جلد 1 شمارہ 4 جون 1999ء صفر المظفر 1420ھ

ماہنامہ

عالمگیر محبت
احترام آدمیت
اور اصلاح و
فلاح انسانیت
کا علمبردار

آدمیت

گوجرانوالہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ماہنامہ

آدمیت

فلاح

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

نگران و سرپرست

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 1 شمارہ 4 جون 1999ء صفر المصفر 1420ھ

قیمت ———— /-12 روپے

سالانہ فنڈ ———— /-120 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ Ph:0431-268424:

ایڈیٹر سے رابطہ کیلئے: عبدالقیوم ہاشمی تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ Ph:0431-260734:

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

برادران سلسلہ و قارئین محترم! سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی جانب سے ماہنامہ "فلاح آدمیت" آپ کے زیر مطالعہ ہے۔ اس مجلّہ میں ہم اسلامی موضوعات پہ ایسے مضامین شائع کرتے ہیں جن سے مسلمانوں میں باہمی محبت اور اخوت کا جذبہ فروغ پائے۔

آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ جب تک مسلمانوں میں باہمی محبت اور اتحاد پیدا نہ ہو گا اس وقت تک دنیا اسلام کے ثمرات سے مستفید نہ ہو گی۔

لہذا سلسلہ توحیدیہ کا مقصد بھی یہی ہے اور "فلاح آدمیت" کے ذریعے انہی تعلیمات کا پرچار ہماری نیتوں میں شامل ہے۔ قارئین نے ہماری اس کاوش کو بے حد سراہا ہے۔ مجلّہ کی ترسیل میں بھی بہتری ہوئی ہے۔ ہم نے ماہ مئی کے مجلّے بذریعہ ڈاک روانہ کیے ہیں۔ آپ سے گذارش ہے کہ اگر آپ کے ایڈریس میں کسی قسم کی تبدیلی ہو تو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔ آپ اپنے ان احباب کے ایڈریس بھی ہمیں روانہ کر دیں جن کی آپ رکنیت کروانا چاہتے ہیں۔ ہمارے بھائیوں کو مجلّہ کی رکنیت بڑھانے میں خصوصی دلچسپی لینی چاہیئے اور سلسلہ کی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانا چاہیے۔ اس سلسلہ میں ہمارے حلقہ کراچی اور حلقہ ملتان کے بھائیوں نے اہم پیش رفت کی ہے۔ دیگر برادران کو بھی انکی تقلید کرنی چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ سب بھائی سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اس مشن کو اگلی نسلوں تک پہنچائیں گے۔ شکریہ

والسلام عبدالقیوم ہاشمی

درس قرآن

ڈاکٹر عبدالرشید وقار

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

ترجمہ! "اور مضبوطی سے پکڑو اللہ کی رسی کو سب ملکر اور جدا جدا نہ ہو جانا اور یاد رکھو اس نعمت کو جو تم کو عطا فرمائی جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی۔ پس بن گئے تم بھائی بھائی اس کے احسان سے"

تشریح! حبل کے معنی رسی کے ہیں اور عہد و پیمان کے بھی۔ حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابو سعیدؓ خدری نے آپ ﷺ سے روایت کی ہے کہ اللہ کی رسی سے مراد قرآن حکیم ہے۔

انسانی زندگی ایک رزم گاہ کی حیثیت رکھتی ہے جہاں شکست و ریخت تعمیر و تخریب اور فنا و بقا کا ایک لامتناہی سلسلہ چل رہا ہے۔

سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

لحہ لحہ جہاں دگرگوں ہے اور ستاروں کی گردش تیز سے تیز ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہاں کوئی قوم عزت اور وقار سے زندہ نہیں رہ سکتی جب تک قوم کے افراد میں اتحاد و اتفاق نہ ہو اور کوئی اتحاد دیرپا اور مستقل ہو نہیں سکتا جب تک اس اتحاد کی بنیاد مستحکم نہ ہو۔ امت مسلمہ تو دولت رشد و ہدایت کی امین ہے اور رحمت خداوندی کو ہر ہر کسی کے لئے عام کرنے والی ہے۔ جس کا وجود ہی اپنے اندر ایک مقصدیت رکھتا ہے، جب کہ اس کے اندر اتفاق و اتحاد ہو۔ ایسا اتحاد جو عارضی اور سطحی نہ ہو بلکہ مستقل اور دیانتدار ہو۔ اس اتحاد کو قائم و دائم رکھنے کے لئے خداوند کریم نے ہمیں قرآن مجید فرقان حمید کی پختہ بنیاد فراہم کی ہے۔ قرآن کو عمل کے بغیر کسی سے کوئی نسبت نہیں۔ اس کتاب پر عمل کرنے کے لئے اس کو سمجھنا ضروری ہے اور اس کی صحیح سمجھ صرف اور صرف اسی وقت آسکتی ہے جب تاجدار مدینہ ﷺ کی سیرت طیبہ کو سامنے رکھا جائے کیونکہ امی عائشہؓ نے فرمایا۔ آپ کا اخلاق ہی قرآن ہے۔ قرآن نے آپ کی سیرت میں جان ڈالی اور سیرت مبارکہ نے قرآن کی تفسیر میں مدد فرمائی، جیسے حروف و معانی کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا ایسے ہی قرآن اور صاحب قرآن کی سیرت کو علیحدہ علیحدہ نہیں دیکھا جا سکتا اسی بات کو

علامہ اقبالؒ کی بصیرت اور دردمند دل نے یوں فرمایا۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہم عقیدۃً اور عملاً کتاب و سنت کو حرزِ جاں بنائیں تاکہ دنیا اور آخرت کی کامیابی اور سرفرازی حاصل کر سکیں۔

ہم قرآن کو چھوڑ کر یورپ اور ہندی کلچر کو اپنا رہے ہیں۔ یورپ اس وقت گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ہے۔ اس تاریکی کے سبب سائے تیزی سے ہماری طرف بڑھ رہے ہیں۔ مغرب جس سفر سے ناکام ہو کر واپسی پر آمادہ ہے ہم اسی سفر پر کمربستہ ہو رہے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی ہر تہذیب کی روشنی ہماری اسلامی تہذیب کی مرہونِ منت ہے اور اسی سے مستعار لی گئی ہے لہٰذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ہم قرآن سے روشنی حاصل کریں۔ یورپ کی ساری مادی ترقی کا سرچشمہ قرآن ہے۔ رحمتِ عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے جزیرۃ العرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی یہ ملک آپس میں رحمت اور محبت شفقت سے رہنے والوں کا ملک نہ تھا۔ بلکہ ایک کوہِ آتش فشاں تھا جس کے اندر ہر گھڑی ہر ساعت بغض و عناد کی آگ بھڑکتی رہتی تھی دور دور تک آبادیاں غارت ہو جاتی تھیں۔ ہر علاقہ دوسرے علاقے سے پنجہ آزمائی کر رہا تھا۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے سے برسرِ پیکار تھا۔ پانی کی قلت کی وجہ سے خانہ بدوش قبیلے پانی کے چشمہ پر پڑاؤ ڈالتے اور پانی پینے پلانے پر جھگڑا شروع ہوتا۔ ہر ایک چاہتا کہ پہلے وہ پانی حاصل کرے جذبات اس قدر بے قابو تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہہ جائیں، جنگ کے شعلے ایک دفعہ بھڑک اٹھتے تو انسان صدیوں تک بے موت مرتے چلے جاتے۔ اوس و خزرج کے قبائل 120 سال تک آپس میں کشت و خون کرتے رہے۔ کسی کی عزت اور جان و مال محفوظ نہ تھا۔ تہذیب اور انسانیت نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔

جب انسانیت نے حیوانیت کی آخری حدود کو پار کر لیا تو رحمتِ خداوندی جوش میں آئی۔ دعائے خلیل کا ظہور ہوا۔ عرب کے اجڑے ہوئے دیار میں بہار آ گئی۔ عداوت کی جگہ محبت، وحشت کی جگہ انس، انتقام کی جگہ عفو و درگزر، خود غرضی کی جگہ ایثار اور تکبر کی جگہ تواضع نے لے لی۔ عربوں کا افتخار انکسار میں بدل گیا۔ یہ وہ انقلاب تھا جس نے عرب کی کایا پلٹ دی۔ اس انقلاب کی برکت سے عرب کے صحرا نشینوں نے تاریخِ عالم کا رخ موڑ دیا۔ ماہ و خورشید نے محسنِ انسانیت کی صداقت کی گواہی جریدۂ عالم پر ثبت کر دی۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھر اُلٹے قدم
تیری انگلی کیا اٹھی ماہ کا کلیجہ چر گیا

پروردگار عالم نے اپنے اسی عظیم احسان کو یاد کروایا کہ اس نے اس طرح اپنے محبوب کریم کے واسطہ سے تمہارے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا۔ اس کی نگاہ فیض نے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ تمہیں ذلت و رسوائی کے گڑھے سے نکال کر ترقی اور عزت کی شاہراہ پر گامزن کر دیا ورنہ تم تو دوزخ کے کنارے کھڑے تھے۔ بس آنکھ بند کرنے کی دیر تھی۔ تم یقیناً" اس گڑھے میں گر پڑتے مگر رحمت خداوندی نے تمہاری دست گیری فرمائی اور تم کو جہنم کی آگ سے بچالیا میرے اس احسان کو مانو اور اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ انہیں صفوں میں انتشار کی جگہ نہ دو۔ فرقوں میں پڑ کر ترقی کے امکانات مسدود ہو جاتے ہیں۔

توحید کا عمل پیش کرو۔ نفاق سے امت کی بقا خطرے میں پڑ جاتی ہے

قرآن مجید میں بار بار نماز کی تاکید فرمائی گئی ہے جو نہ صرف ذریعہ نجات ہے بلکہ وہ امت کی وحدت کا امتیازی نشان ہے۔ نماز کے عمل سے اللہ کی رسی پر گرفت مضبوط ہو جاتی ہے اور مطلوبہ نتائج خود بخود سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ بعض مسلمان پوچھتے ہیں کہ رب العزت نے معراج کی شب پہلے پچاس نمازیں فرض کیں اور پھر تخفیف کر کے صرف پانچ کو باقی رکھا جب پانچ ہی فرض کرنی تھیں تو شروع میں 50 نمازیں کیوں فرض ہوئیں اس کا فلسفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرا محبوب مجھ سے مانگتا جائے اور میں دیتا جاؤں۔ دینے والے کی شان کریمی کی کوئی حد نہیں تو لینے والے کے ظرف اور دامن کی وسعت کی حدود بھی انسانی فہم و فراست سے ماوراء ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کے بار بار چکر لگانے سے آپ کو لذت دیدار سے سیراب کرنا تھا۔ اس لذت کا اندازہ صرف اہل ذوق ہی کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ امت کو باور کرانا مقصود تھا کہ اگر ہمارے محبوب ﷺ کا درمیان میں واسطہ نہ ہوتا تو تم پر ایسا بار گراں ڈال دیا جاتا جس کو تم بڑی مشکل سے اٹھاتے۔ اپنے محبوب کریم کے ذریعہ سے تمہاری مشقت دس گنا کم کر دی گئی اور اجر و ثواب کے اعتبار سے کوئی کمی نہ کی گئی یہ فضل و کرم رسول عربیؐ کے طفیل ہی تم پر ہوا ہے لہٰذا میرا شکریہ ادا کرو اور میرے رسول کے دامن شفقت کو کبھی نہ چھوڑو ورنہ ان الانسان لفی خسر کی تفسیر بن جاؤ گے

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

درس حدیث

(رانا محمد اعجاز)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تعوذوا باللہ من جھد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتہ الاعداء

ترجمہ! "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی پناہ مانگو بلاؤں کی سختی سے' بد بختی کے لاحق ہونے سے اور بری تقدیر سے اور دشمنوں کی شماتت سے۔ (بخاری)

اس حدیث مبارکہ میں بظاہر تو چار چیزوں سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے لیکن درحقیقت دنیا اور آخرت کی کوئی برائی اور کوئی تکلیف اور کوئی مصیبت اور کوئی پریشانی ایسی نہیں سوچی جا سکتی جو ان چار عنوانات کے احاطہ سے باہر ہو۔

اس حدیث مبارکہ میں پہلی بات جس سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے وہ ہے کسی بلا کی مشقت اور سختی' بلا ہر اس حالت کا نام ہے جو انسان کے لئے باعث تکلیف اور موجب پریشانی ہو اور جس میں اس کی آزمائش ہو یہ روحانی بھی ہو سکتی ہے اور جسمانی بھی' انفرادی بھی ہو سکتی ہے اور اجتماعی بھی' الغرض یہ ایک ہی لفظ تمام مصائب و تکالیف پر حاوی ہے۔

دوسری چیز جس سے پناہ مانگنے کی حدیث مبارکہ میں تلقین فرمائی گئی ہے وہ ہے بد بختی کا لاحق ہونا اور تیسری بری تقدیر ان دونوں کی جامعیت بالکل ظاہر ہے کہ جس بندے کو ہر نوع کی بد بختی سے اور بری تقدیر سے خدا تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت حاصل ہو گئی بلا شبہ اسے سب کچھ مل گیا۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کی بد بختی اور بری تقدیر سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگو اسی میں راہ نجات ہے

آخری بات جس سے پناہ مانگنے کی اس حدیث مبارکہ میں تلقین فرمائی گئی ہے وہ ہے کسی مصیبت اور ناکامی پر دشمنوں کا ہنسنا' بلا شبہ دشمنوں کی شماتت اور طعنہ زنی بعض اوقات بڑی روحانی تکلیف اور اذیت کا باعث ہوتی ہے اس لئے اس سے خصوصیت سے پناہ مانگنے کے لئے فرمایا گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کی دنیوی و اخروی' روحانی اور جسمانی' انفرادی اور اجتماعی' ظاہری اور باطنی حاجتوں اور ضرورتوں کو خدا تعالیٰ سے بہتر سے بہتر پیرائے میں مانگنے کا طریقہ بتا دیا ہے اور اب یہ ہم پر ہے کہ خدا تعالیٰ سے اس کی پناہ اور حفاظت طلب کریں تاکہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

صدائے فقیر

اللہ کا دین

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس مقصد کے لئے پیدا فرمایا اس کی یاد دہانی کرانے اور منزل مقصود تک پہنچانے والے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرنے کا انتظام بھی فرمایا۔ اسی غرض سے ہر قوم کی طرف اللہ کے رسول آئے اور انسانوں کو اللہ کے اقتدار اور الوہیت والے نظام میں داخل ہونے اور اسی کی بندگی اور اپنی اطاعت کی دعوت دیتے رہے۔ تاکہ وہ اپنی تخلیق اور حیات ارضی کی غرض و غایت سے آگاہ ہو کر متاع دنیا کی محبت میں گرفتار ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کی زندگی کو مقدم جانیں اور دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سوچنے سمجھنے اور خیر و شر میں تمیز کرنے کی صلاحیت عطا فرما کر انتخاب عمل کا اختیار خود عطا کر رکھا ہے اس لئے اس پر اپنی اطاعت جبرا" مسلط نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ پوری انسانیت اس آزادی کا استعمال کرتے ہوئے دو گروہوں میں بٹی چلی آ رہی ہے۔ جو لوگ اللہ کے وجود یا اس کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کرتے اور اپنی من مانی کی زندگی گذارنا پسند کرتے ہیں انہوں نے گویا اپنے نفس اور ہوا و ہوس کو اپنا معبود اور الہ بنا لیا اور اپنی خواہشات کی غلامی کا نام آزادی رکھ لیا اس انداز فکر سے ایک پورا نظام زندگی جنم لیتا ہے اور اسے کفار کا دین کہنا درست ہو گا۔ جیسا کہ سورت کافرون میں کفار سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا گیا۔

لکم دینکم ولی دین یعنی تمہارا دین تمہارے لئے اور میرے لئے میرا دین جو اللہ نے دیا ہے اسے قرآن کریم دین اللہ کا نام دیتا ہے۔ اس طرز حیات اور نظام زندگی کا رہنما اصول اللہ کا اقتدار اور الوہیت ہے۔ اس نظام کو قبول کر لینے والی ہر چیز سیدھے راستے پر گامزن رہتے ہوئے اپنی تخلیق کا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ زمین و آسمان' سورج چاند ستارے اور دیگر تمام نباتات و جمادات چونکہ آزادی عمل سے محروم ہیں اس لئے وہ اللہ کے احکام سے انحراف کر ہی نہیں سکتے۔ وہ اللہ کی تقدیر کی جبری پابندی کرتے ہوئے اپنی تخلیق کی غرض و غایت صحیح طور پر پوری کر رہے ہیں۔ انسان چونکہ صاحب ارادہ ہے اس لئے اسے جبری تقدیر کا پابند نہیں بنایا گیا بلکہ اس کے لئے دعوت الی اللہ کا انتظام ہے تاکہ یہ اپنے ارادے سے اس نظام میں داخل ہو کر اپنی مرضی کو اللہ کی رضا کا پابند بنا کر فلاح پائے۔ انسان

کی کامیابی اور درجات کا دارومدار اللہ کے احکام کی رضا کارانہ اطاعت پر ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

انسان اگر اپنے چاروں طرف بلکہ اپنے اندر بھی نظر دوڑائے تو اسے دکھائی دے گا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کی اطاعت میں لگی ہوئی ہے۔ چونکہ اسلام کے معنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکام کے سامنے گردن جھکا دینے کے ہیں اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ کائنات کی ہر چیز مسلم ہے۔ گویا اسلام پوری فطرت کا دین ہے۔ جو انسان اللہ کے آئین کے سامنے سر جھکا دے وہ بھی فطرت سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے دین سے انحراف کرے وہ دنیا و آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔ تمام انبیاء نے یہی تعلیم دی کہ اللہ کے دین میں داخل ہو کر مسلم بن جاؤ۔ کیونکہ جو اپنے خالق اور مالک کی اطاعت والے دین یعنی اسلام کے علاوہ کسی باطل نظام کی پیروی کرے گا تو اس کے اعمال ہرگز قبول نہ کئے جائیں گے۔ قرآن مجید فرقانِ حمید میں فرمایا گیا ہے۔

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموت والارض طوعا و کرھا والیہ یرجعون O قل امنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراہیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون O ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرہ من الخسرین O

(ال عمران 83-85)

"کیا یہ کافر اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں۔ حالانکہ سب اہل آسمان و زمین خوشی یا زبردستی اللہ کی اطاعت میں جھک گئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو صحیفے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اترے اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے ملیں سب پر ایمان لائے۔ ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے تابع فرمان ہیں اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا"۔

اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی مخلوق اور اسی کی مطیع ہے۔ حقیقی مطاع صرف اللہ کی ذات

ہے۔ جو انسان اللہ کو چھوڑ کر کسی بھی دوسری ہستی کی عبادت کا خیال دل میں لائے تو اسے غور کرنے پر معلوم ہو جائے گا کہ وہ ہستی تو بذات خود اللہ کی مخلوق ہے لہٰذا محتاج و مجبور ہے۔ جو ہستی مخلوق ہے وہ معبود ہو ہی نہیں سکتی۔ انسان کے لئے یہ شرف و عزت کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توحید کی تعلیم دے کر غیر اللہ کے سامنے سر جھکانے کی ذلت سے بچالیا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک قول جمیل درج کیا گیا ہے۔

واتبعت ملہ اباء ی ابراہیم واسحق ویعقوب ما کان لنا ان نشرک باللہ من شی ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ○ (یوسف - 38)

"میں اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے طریقہ پر چلتا ہوں۔ ہمیں شایاں نہیں ہے کہ کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی۔ لیکن اکثر لوگ احسان ناشناسی کرتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء کی تعلیم کے بنیادی اصول ایک ہی تھے۔ اللہ کے دین کی بنیاد عقل و خرد کے تراشتے ہوئے مفروضوں پر نہیں بلکہ یہ اٹل حقائق پر استوار ہے جسے اپنا کر ہر دور میں بنی نوع انسان نے کامیابی حاصل کی اور آئندہ بھی اس کی فلاح و نجات اس کے ساتھ مشروط ہے۔ یہ خالق کائنات کا عطا کردہ دستور حیات ہے جس پر عمل کرنے سے انسان اپنی زندگی کا مقصود حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ کا دین محض رسمی عبادات یا اوراد و وظائف کے مجموعہ کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو پوری زندگی پر حاوی ہے اور انسانی سرگرمیوں کا ایسا کوئی پہلو نہیں ہے جس پر مکمل ہدایات مہیا نہ کرتا ہو، اسی لئے میری رائے میں "دین و دنیا" کی مروجہ اصطلاح ہی بنیادی طور پر غلط ہے۔ اس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ دین اور دنیا دو مختلف چیزیں ہیں اور ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کی پوری زندگی بسر کرنے کے لئے جو آئین اللہ تعالیٰ نے عطا کیا اسے اللہ کا دین کہتے ہیں۔ قرآن کی تعلیم کے مطابق انسانی سرگرمیوں کو دنیا اور دین کے خانوں میں تقسیم کرنا ناممکن ہے اسی لئے دین و دنیا کی اصطلاح کہیں بھی استعمال نہیں کی گئی ہے۔ ذرا غور فرمایئے کہ بچوں کی پیدائش پر کان پر اذان، عقیقہ اور ختنہ کی ہدایت انکی رضاعت کے مسائل، بچوں کی تعلیم و تربیت، والدین، بیوی بچوں، رشتہ داروں، ملازموں اور ہمسایوں سے حسن سلوک، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، نہانے دھونے اور میل ملاقات کے آداب، انفرادی اور بین الاقوامی تنازعے نمٹانے کے طریقے، شادی بیاہ، حیض و نفاس اور خلع و طلاق کے مسائل، کسب

حلال اور انفاق زر کے لئے ہدایات، معاشرتی جرائم پر سزاؤں کا تعین بین الاقوامی دوستی، دشمنی اور صلح و جنگ کے قوانین، موت کی رسومات اور کفن و دفن کے احکامات اور میت کی جائیداد کی تقسیم کے بارے میں تفصیلی ہدایات یہ سب دین ہے تو پھر دنیا کیا ہے؟ دنیا اس زندگی یعنی حیات ارضی کا نام ہے اور اسے اللہ کے دین کے تحت بسر کرنا کامیابی کی ضمانت ہے اور عقل ناقص کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق گذارنا دنیا و آخرت میں باعث خسران ہے۔

اس لئے دین اور دنیا ایک دوسرے سے مختلف یا متضاد ہرگز نہیں ہیں۔ البتہ دنیا اور آخرت یعنی موجودہ زندگی اور قیامت کے بعد والی زندگی یہ دونوں ایک دوسرے کے متقابل ہیں۔

انسان کی کامیابی یا نامرادی کا انحصار اس امر پر ہے کہ وہ آخرت کی زندگی کو ترجیح دیتا ہے یا اسے بھول کر دنیا کی محبت میں کھو جاتا ہے۔ اللہ کا دین بجا طور پر آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ والی زندگی کو ترجیح دینے کا مطالبہ کرتا ہے لیکن دنیا کی زندگی کو بھی یکسر نظرانداز نہیں کرتا بلکہ دنیا اور آخرت یعنی دونوں جہانوں کی بھلائیاں حاصل کرنے کی تلقین کرتا اور اسے یقینی بنانے کے لئے ضروری احکامات نافذ کرتا ہے۔ اللہ کا دین ایک ہی رہا ہے اور انہی اٹل حقائق کی تلقین کرتا رہا ہے۔ اللہ کے سارے رسولوں کی دعوت بھی مشترکہ تھی۔ وہ لوگوں کو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے اور اللہ کے دین کے مطابق زندگی گذارنے کی دعوت دیتے رہے اور آخرت کی زندگی میں صالحین کے لئے جنت اور انعام و اکرام کی بشارت سناتے اور مجرموں کو عذاب سے ڈراتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

رسلا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجه بعد الرسل وكان الله عزيزا حكيما O (النساء۔ 165)

"اللہ نے بھیجا رسولوں کو خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے"۔

یعنی کوئی انسان قیامت کے دن یہ بہانہ نہ تراش سکے گا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے وجود اور آخرت کی زندگی کے بارے میں کسی نے کچھ بتایا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کے تمام رسول علیہم الصلوۃ والسلام ایک مقدس گروہ کی مانند ہیں جنھوں نے انسانوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا۔ انہوں نے اپنی قوموں کو اللہ کے احکام کا پابند یعنی مسلم بننے کی دعوت دی۔ ان الدین عند اللہ الاسلام سے یہی مراد ہے کہ اللہ کے ہاں دین کی حقیقت یہی ہے کہ اس کے دیئے ہوئے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ اللہ کے

ہر رسول نے جب اپنی امت کو قبولیت دین کی دعوت دی تو ساتھ ہی یہ بھی اعلان فرمایا کہ انا اول المسلمین یعنی سب سے پہلا اطاعت گذار اور مسلم اول میں خود ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے دین کو اپنا آئین حیات تسلیم کر لینے والے نیک لوگ جس دور میں بھی تھے اللہ کے آئین کے مطابق ازل تا ابد تمام مسلمانوں میں اخوت کا رشتہ ہے ہر نبی کی امت گذشتہ رسولوں اور ان کی کتابوں پر ایمان لانے کی پابند ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں آخری رسول ﷺ کی امت کو بھی یہی حکم فرمایا ہے۔

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراہیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احدا منھم ونحن لہ مسلمون ○ (البقرہ۔ 136)

"اے اہل ایمان آپ کہہ دیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اتری اور جو کچھ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوا اور جو دوسرے انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے ملا سب پر ایمان لائے ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے لئے تابع فرمان یعنی مسلم ہیں"۔

صرف اللہ تعالیٰ کی حاکیت کے آگے سر تسلیم خم کرنا اور تمام انبیاء اور ان کی تعلیم میں نہ فرق جاننے کا اعلان ایک ایسا منشور ہے جو گذشتہ انبیاء کی امتوں اور دوسرے تمام انسانوں کو اشتراک فکر و عمل کی دعوت دیتا ہے۔ چونکہ تمام انبیاء کی تعلیم کا لب لباب ایک ہی ہے اور اس کا مقصود پوری انسانیت کی دنیوی اور اخروی فلاح ہے اس لئے اللہ کا دین تمام تفرقوں کو مٹا کر وحدت آدمیت کی دعوت دیتا ہے۔ ہر سلیم الطبع انسان اللہ کی حاکیت کے اصول کو تسلیم کر کے اتحاد عالم کی اس دعوت پر لبیک کہے گا۔ اللہ کے دین میں اللہ کی حاکیت اور اس کی اطاعت و محبت کو مرکزیت حاصل ہوتی ہے اور یہ اصول اتحاد آدمیت کے لئے فطری بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جب دین میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو یہ مرکزیت فرقوں اور مسلکوں کے بانیوں کو دے دی جاتی ہے اور شرک کی سی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی بات وحدت امت اور وحدت انسانیت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی او حینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم و

موسی و عیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب O (الشوریٰ ۔ 13)

"اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس کے اختیار کرنے کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا۔ وہ یہ کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس کی طرف آپ مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کرلیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف راستہ دکھاتا ہے"

اللہ کے دین کے اصولوں میں کبھی بھی کوئی بھی اختلاف نہ تھا۔ کیونکہ سارے انسانوں کی فطرت ایک جیسی ہے، سب کی زندگی کا مقصد بھی ایک ہے تو ان کے لئے قانون بھی ایک جیسا ہی ہونا چاہئے جب کہ اس قانون اور آئین کو بنانے والی ہستی بھی ایک ہی ہو۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصہ جدید و قدیم

مختلف امتوں کے لئے دین کے عالمگیر اصولوں کی تعمیل کے طریقے میں تھوڑا بہت فرق ضرور رہا ہے۔ شریعتوں کا یہ فرق مختلف ادوار کے انسانوں کے ذہنی اور روحانی مدارج، تہذیب و تمدن، معاشرتی زندگی اور ماحول کے فرق کی وجہ سے ناگزیز تھا۔ لیکن دین کے اصول ہر دور میں قائم رکھے گئے۔ سب سے پہلا اصول جو کہ اللہ کے دین کی بنیاد ہے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار ہے چنانچہ از آدم علیہ السلام تا پیغمبر آخر و اعظم ﷺ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ دین کی دعوت کا رہنما اصول رہا ہے اس کے بعد دوسرا اصول یوم آخرت پر ایمان ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو ماننے والی ہر امت عقیدہ آخرت پر لازماً یقین رکھتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے سامنے اظہار عبودیت کے لئے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق اور آخرت پر ایمان کو تازہ رکھنے کے لئے ہر امت پر نماز یا روزانہ عبادت کسی نہ کسی صورت میں فرض قرار دی گئی۔ نفس کی خواہشات کو احکام الٰہی کا پابند رکھنے کے لئے ہر دور میں روزے کا حکم بھی دیا گیا۔ اور اللہ کی مخلوق کی اصلاح و خدمت کے لئے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کو ہر دور میں اللہ کے قرب کا وسیلہ بنایا گیا۔ یہ تمام اعمال اللہ کے دین کے تحت گذرنے والی زندگی کے ستون ہیں اور انہیں ارکان اسلام کہا جاتا ہے۔

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطوط

(تدوین و ترتیب خالد مسعود)

1۔ باعث شرم

(بنام محمد مرتضٰی صاحب 62-10-29)

"ملک صاحب پہلے کئی ماہ تک کراچی کا چندہ بھی وصول کر کے وہ خود کھاتے رہے اور ایک کوڑی بھی نہیں بھیجی۔ جب میں نے ڈانٹ کر لکھا تو جواب میں لکھ دیا کہ صرف 63 روپے چندہ ہوا تھا جو میرے پاس اٹھ گیا ہے۔ میں نے روپیہ ان کے نام قرض لکھ دیا ہے۔ یہ باتیں ایک خادم حلقہ کے لئے بہت ہی شرم کا باعث ہیں۔ اب آپ مجھے مشورہ دیں کہ کیا کرنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ ان کو حلقہ کی خدمت سے الگ کر کے کسی اور کو انکی جگہ مقرر کر دوں۔ ملک صاحب کی وجہ سے تو حلقہ بدنام ہو جائے گا"۔

2۔ خادم حلقہ کے انتظامی احکام

(بنام جمیل، بشیر اور جہانگیر صاحبان 65-7-16)

"معلوم ہوا ہے کہ آپ صاحبان انتظامی معاملات میں لاہور کے خادم حلقہ قاسم صاحب کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ بہت افسوس ہے قاسم صاحب میرے حکم اور نام سے سب کچھ کرتے ہیں اس لئے گویا آپ مجھ سے بغاوت کرتے ہیں۔ افسوس ہے۔ تینوں صاحبان الگ الگ جواب دیں"۔

3۔ ملازمت

(بنام مخدوم ریاض حسین صاحب 62-7-20)

"آئندہ سے یاد رکھئے لگی ملازمت بے وجہ نہ چھوڑیئے جب تک دوسری جگہ کا بندوبست نہ ہو جائے اور جو ملتی ہو اسے نہ ٹھکرایئے اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے"۔

4۔ تبدیلی خادمان حلقہ

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 64-10-17)

"میں نے پنڈی خط لکھ دیا ہے وہاں کا حلقہ آپ کی جگہ رشید صاحب سنبھالیں گے۔ اب رسالپور کا حلقہ آپ سنبھالیں۔ اگرچہ عبدالواحد بھٹی صاحب بہت اچھا کام کر رہے ہیں لیکن آپ کے ہوتے ہوئے آپ ہی کو کام کرنا ہوگا"

5۔ نرم خرامی

(بنام مخدوم ریاض حسین صاحب 63-8-2)

"بڑی مدت بعد تشریف لائے مگر خوشخبری لے کر۔ اچھا اللہ ملازمت مبارک کرے اور ہمیشہ قائم رکھے۔ مالکوں کے ساتھ نرم خرامی سے پیش آیا کرو ان کے آپ مخدوم نہیں خادم ہیں۔ اگر حالات اجازت دیں تو قرضہ اتارنے کی کوشش کریں"۔

6۔ معمہ اور لاٹری

(بنام مخدوم ریاض حسین صاحب 63-11-18)

"معمہ اور لاٹری وغیرہ چونکہ میری رائے میں اچھا فعل نہیں ہے۔ دعا کرتے وقت کراہت آتی ہے۔ پھر دعا کیسے قبول ہو۔ آپ خود دعا کریں جس دن دل سے نکل گئی منظور ہوئی رکھی ہے"۔

7۔ حلقہ فنڈ سے امداد

(بنام محمد مرتضٰی صاحب 61-8-11)

"نواب علی میراثی کی میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔ قرض دینا تو ہم نے بند کر دیا ہے لوگ لے کر واپس نہیں دیتے۔ حلقہ کی ترقی پر جو پیسہ خرچ ہونا چاہئے تھا وہ نہ ہو سکا جس کا بڑا برا اثر پڑا ہے۔ ہم کو حلقہ کی تبلیغ و اشاعت کے لئے پیسہ چاہئے۔ آپ لوگوں سے جو ہو سکے کر دیا کریں"

مجالس فقیر

کالو کا بھوت

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ راقم الحروف کو قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کی خدمت میں عین دوپہر کے وقت پہنچنے کا موقع ملا۔ میں نے کھانا بھی لاہور ریلوے سٹیشن کے باہر کسی ہوٹل سے کھالیا تھا تاکہ بے وقت میزبانی کی زحمت نہ دوں۔ غالباً مئی یا جون کا مہینہ تھا۔ جب میں در مرشد پر پہنچا تو ہر طرف سناٹا تھا لیکن فقیر کا دروازہ ہروقت کھلا رہتا تھا۔ میں بیرونی گیٹ کھول کر برآمدے سے گذر کر مہمان خانے میں داخل ہوا ہی تھا کہ ایک خادم نے آکر کہا کہ قبلہ صاحب پوچھ رہے ہیں کہ کون آیا ہے میں نے اپنا تعارف کرایا تو وہ چلا گیا اور چند منٹ بعد واپس آکر کہا کہ آپ کو قبلہ صاحب اپنے کمرے میں بلا رہے ہیں۔ میں نے فوراً حاضر خدمت ہو کر سلام کیا اور مزاج پرسی کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں تو حلقہ فنڈ کے رجسٹر میں اندراج کر رہا تھا چلو اچھا ہوا تم آگئے ہو اب گپ شپ لگاتے ہیں۔ اس روز کافی طویل اور متنوع گفتگو فرمائی۔ موسم گرما کی دوپہر کے سناٹے میں میں تنہا مخاطب تھا اس طرح کا موقع پہلے کبھی نہ ملا تھا۔ مجھے آپ کے فرمودات کی اثر انگیزی کئی گناہ زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ اس خصوصی محفل میں آپ کا فرمایا ہوا ہر لفظ میرے دل پر نقش ہو کر رہ گیا۔ آپ بھائیوں کے فائدہ کی خاطر سردست کالو کے بھوت کا قصہ سپرد قلم کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ باقی باتوں سے بھی آپ کو آگاہ کرتا رہوں گا۔ قبلہ حضرت ؒ نے فرمایا۔

"آزادی سے کئی برس پہلے میں نے ایک رسالے میں ایک بالکل سچا واقعہ پڑھا جسے ایک تعلیم یافتہ لڑکی نے حلفاً" بیان کیا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ میرے والد جو اب اس دنیا میں نہیں ہیں اپنے گاؤں کے چوہدری اور صوم و صلوۃ کے پابند انسان تھے سب لوگ انہیں میاں جی کہہ کر پکارتے تھے۔ کاشتکاری میں مدد اور مویشیوں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے ہم نے ایک نوکر رکھا ہوا تھا۔ جس

کا نام اللہ جانے کیا تھا لیکن سب اسے کالو کے نام سے جانتے تھے۔ اس کے آگے پیچھے بھی کوئی نہ تھا۔ کالو کو دین کے ساتھ بھی کوئی دلچسپی نہ تھی۔ جانوروں کے ساتھ رہتے رہتے وہ بھی انہی کے رنگ میں رنگا گیا تھا۔ کھانا پینا سونا اور جانوروں کی خدمت کرنا ہی اس کی زندگی کے معمولات تھے۔ ہمارے ڈیرے کے نزدیک میاں جی کے ایک دوست کا ڈیرہ تھا۔ میاں جی اپنے دوست سے ملنے کبھی کبھی شام کے بعد انکے ڈیرے پر جاتے تو کالو انکا حقہ تھام کر ضرور ساتھ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ میاں جی اپنے رشتہ داروں کو ملنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تو چند ہفتوں بعد واپس لوٹے اس زمانے میں سڑکیں اور بسیں بہت کم تھیں اور لوگ زیادہ تر بیل گاڑیوں اور گھوڑوں پر ہی سفر کرتے تھے۔ لوگ دیر بعد عزیزوں کے ہاں جاتے تو کئی کئی روز قیام کرتے تھے۔ اللہ کا کرنا یوں ہوا کہ میاں جی کی غیر حاضری کے دوران کالو چند دن بیمار رہ کر فوت ہو گیا۔ ہم سب نے بھی اس کی کمی محسوس کی اور جب میاں جی کو کالو کی موت کا علم ہوا تو انہیں بڑا افسوس ہوا۔ چند دنوں کے بعد میاں جی حسب معمول شام کے بعد اپنے دوست کو ملنے ان کے ڈیرے کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ راستے میں سفید لباس پہنے کوئی آدمی کھڑا ہے جب نزدیک پہنچے تو اس نے کہا "میاں جی سلام! میں کالو ہوں" میاں جی نے کہا کالو! تم تو مر گئے تھے تو یہاں کیا کر رہے ہو۔ اس نے کہا کہ میں مر گیا تھا لیکن میں بھوت بن گیا ہوں۔ میں نے سوچا کہ میاں جی جب بھی اپنے دوست سے ملنے جاتے تھے تو میں ہمیشہ ساتھ جاتا تھا۔ آج آپ اکیلے جا رہے تھے تو میں حاضر ہو گیا ہوں تا کہ آپ کا ساتھ دوں' میاں جی نے پوچھا کہ تم بھوت کس طرح بن گئے ہو۔ اس نے کہا کہ میاں جی یہ بات میں آپ کو نہیں بتا سکتا۔ اس کے علاوہ آپ کوئی بات کریں کالو میاں جی کے ساتھ ان کے ڈیرے تک گیا۔ اسی طرح واپسی پر پھر ساتھ ہو گیا اور ان کے ڈیرے کے نزدیک جا کر غائب ہو گیا۔ الغرض کالو کا یہ معمول بن گیا کہ میاں جی جب بھی اپنے دوست سے ملاقات کے لئے جاتے تو کالو ساتھ ہو لیتا۔

اسی طرح کی ایک ملاقات کے دوران کالو نے میاں جی سے کہا کہ میاں جی آج ہم آپ کو ایک

راز کی بات بتاتے ہیں۔ دو دن بعد ہمارے قصبے کی سرائے میں ایک رئیس زادہ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ آ کر اترے گا۔ ان کا ارادہ یہاں دو راتیں گذارنے کا ہے دوسری شام کو وہ رئیس زادہ پیلے چاول (زردہ) کھا کر بیمار پڑے گا اور فوت ہو جائے گا۔ اسے ہم نے بھوت بنالینا ہے۔ میاں جی یہ عجیب بات سن کر بڑے حیران ہوئے لیکن دو دن بعد واقعی ایک امیر نوجوان اپنے چند دوستوں کے ہمراہ قصبہ کے سرائے میں آ ٹھہرا میاں جی تو پہلے ہی انتظار میں تھے اور کالو کی بتائی ہوئی بات کی صداقت جانچنا چاہتے تھے۔ میاں جی نے جا کر اس رئیس زادہ سے ملاقات کی اور اپنی طرف سے رات کے کھانے کی دعوت بھی دی۔ اگلے روز رئیس زادہ صاحب نے میاں جی کو شام کے کھانے پر بلوایا تو میاں جی نے اپنی طرف سے پیش بندی کرتے ہوئے کہا کہ میں اپ کی دعوت میں ضرور شامل ہونگا لیکن ایک شرط ہے کہ آپ پیلے چاول نہیں پکائیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میاں جی پیلے چاول اگرچہ ہم کو بہت پسند ہیں لیکن چلئے آپ کی خوشنودی کی خاطر ہم نہیں پکائیں گے۔ میاں جی نے ان مسافروں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور کافی دیر گپ شپ لگاتے رہے۔ اتنے میں اس رئیس زادے کا ایک ملازم آیا جس کے ہاتھ میں پیلے چاولوں کی ایک پلیٹ تھی۔ اللہ جانے وہ گاؤں کے کسی گھر سے آئی تھی یا علیحدہ صرف اس نوجوان کے لئے تیار کی گئی تھی۔ ملازم نے نوجوان کو علیحدگی میں وہ چاول کھلا دئے۔ میاں جی کا ماتھا ٹھنکا کہ گڑ بڑ ہونے والی ہے۔ میاں جی تھوڑی دیر اور ٹھہرے اور کافی رات گئے سب کو ٹھیک ٹھاک چھوڑ کر گھر لوٹ آئے۔ ابھی چند گھنٹے ہی سوپائے تھے کہ ان کے دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو رئیس زادے کا ملازم کھڑا تھا اس نے کہا میاں جی ہمارے رئیس زادے کے پیٹ میں شدید درد اٹھا ہے اور ان کی حالت بہت خراب ہے ان کے علاج معالجہ کا کوئی انتظام فرمادیں۔ میاں جی سمجھ گئے کہ جس بات کا خدشہ تھا وہ ہونے والی ہے۔ انہوں نے قصبے کے طبیب کو ملازم کے ہمراہ بھجوایا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے کفن دفن کی فکر بھی لاحق ہو گئی۔ میاں جی نے قصبے کے مولویوں اور دوسرے پڑھے لکھے اور قرآن کے حافظوں کو بھی اکٹھا کرنے کا حکم دے دیا۔ صبح ہوتے ہی اطلاع ملی کہ رئیس زادہ

صاحب تو فوت ہو گئے ہیں۔ میاں جی نے فوری طور پر علماء اور حفاظ کو میت کے پاس بٹھادیا اور حکم دیا کہ مسلسل قرآن خوانی کی جائے۔ جب رئیس زادہ صاحب کو دفن کردیا گیا تو میاں جی نے اس کی قبر پر ایک خیمہ لگوادیا وہاں بھی حفاظ کو بٹھادیا کہ تمہیں کھانا اور دوسری سب ضروریات کی چیزیں یہاں ہی ملیں گی لیکن تم نے مسلسل قرآن خوانی کرتے رہنا ہے۔ چنانچہ کئی روز تک اس کی قبر پر دن رات قرآن کریم کی تلاوت ہوتی رہی۔

کچھ دنوں کے بعد ایک شام میاں جی اپنے دوست کے ڈیرے کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں پھر کالو آنمودار ہوا لیکن حالت یہ تھی کہ سر اور پورا جسم پٹیوں میں لپٹا ہوا تھا اور مریل سی آواز میں بولا "میاں جی سلام" میاں جی نے کہا کہ کالو تمہیں کیا ہوا اور یہ کیسی حالت بنا رکھی ہے۔ کالو نے جواب دیا "میاں جی! ہم آپ سے نہیں بولتے۔ ہم نے آپ کو راز کی ایک بات بتائی تھی کہ ہم نے اس نام کے مسلمان اور بدکردار رئیس زادہ کو بھوت بنالینا ہے لیکن آپ نے اس کے پاس قرآن پڑھنے والے بٹھادیئے۔ قرآن کے موکلوں نے مار مار کر ہمارا یہ حال کردیا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور ہم اسے بھوت نہیں بنا سکے"

قبلہ حضرت ؒ نے ارشاد فرمایا "یہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ شیطان اپنے لشکر کے ساتھ آخری دم تک انسان کو گمراہ کرنے اور جہنم میں لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس وقت آپ یہ بات سن رہے ہیں۔ بعد میں مجھے یاد نہیں رہتی۔ آپ میری طرف سے دوسرے تمام بھائیوں کو یہ پیغام دے دینا کہ میت کو کبھی بھی اکیلے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ دوسری بات یہ کہ دفن کرنے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرنی چاہئے۔ دور دراز سے آنے والے رشتہ داروں کے لئے دفن میں تاخیر ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ منہ دیکھنے والی بات بھی فضول ہے۔ کیا مرے ہوئے آدمی کا منہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ مرنے والے کی آخری خدمت ہم یہ کرسکتے ہیں کہ قرآن خوانی کرکے یا مساکین کو کپڑا کھانا یا نقدی دے کر اس کا ثواب اس کی روح کو پہنچایا جائے"۔

تبلیغ کا ایک بھولا ہوا اصول

(سید ابوبکر غزنویؒ)

حضور ﷺ نے دین کا کام جس انداز سے کیا اس کا مطالعہ بہت دقت نظر سے کرنا چاہئے۔ اس میں بہت سی باریکیاں ہیں۔

"محمدی ﷺ انقلاب" جن ارتقائی مناظر سے گزرا، اس کا مطالعہ بار بار آنکھیں کھول کر دقت نظر سے کرنا چاہئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہمارے بعض بھائیوں کو جب تبلیغ کا خیال آتا ہے تو اسباب کی فراہمی میں لگ جاتے ہیں کہ پہلے اسباب اکٹھے کر لیں۔ جب اسباب فراہم ہوں گے تو پھر تبلیغ کا کام کریں گے۔

بڑی بڑی عمارتیں بنائی جاتی ہیں۔ ہال بنائے جاتے ہیں، مسجدیں تعمیر ہوتی ہیں، ان کی تزئین ہوتی ہے، سجاوٹ ہوتی ہے، زیبائش و آرائش پر ہزاروں کی رقم خرچ کی جاتی ہے اور کچھ ایسا وسوسہ ان کے جی میں ہوتا ہے کہ جب تک یہ اسباب فراہم نہ ہوئے اور اتنی رقم اکٹھی نہ ہوئی اور ایسی عمارت نہ بنی اس وقت تک کام کا آغاز نہیں ہو سکے گا۔

جب ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں اور انبیاء کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ حقیقت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔

آپ دیکھئے کہ پیغمبروں نے ایسا نہیں کیا سب سے ابھری ہوئی مثال حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ہے۔ جب فرمایا۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر زرع عند بیتک المحرم

اے ہماری ربوبیت کرنے والے

تو ہی ہے جو سب سامان فراہم کرتا ہے۔ تو نے حکم دیا کہ سارے اسباب کی نفی کر دو۔ ابراہیم! تمام اسباب کو "لا" کی تیغ سے اڑا دو اور اس بے آب و گیاہ وادی میں اپنے بچوں کو آباد کرو۔ ہم یہاں دعوت الی اللہ کا ایک زبردست ہنگامہ گرم کریں گے۔ تو ربوبیت تو تیری ہی ہے۔ میں نے

تیرے کہنے پر ان بچوں کو اس بے آب و گیاہ وادی میں آباد کر دیا ہے۔ آپ دیکھئے ...... یہ بہت بڑی حقیقت ہے جو داعی الی اللہ کے پیش نظر ہونی چاہئے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے پہلے دعوت الی اللہ کی اور جب ایک آدمی اخلاص کے ساتھ اللہ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اس کے وجود کا کھوٹ نکل جاتا ہے اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور کتاب و حکمت کا علم معرفت اور فہم اس کے ظرف میں اللہ تعالیٰ ڈال دیتے ہیں اور وہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے تو تمام اسباب مسخر ہونے لگتے ہیں۔ دعوت الی اللہ انبیاء کے ہاں پہلے ہوتی تھی۔ پھر اسباب مسخر ہوتے تھے اور ان کے قدموں میں اللہ تعالیٰ اسباب کو ڈھیر کر دیتے تھے۔

جن لوگوں نے بیت اللہ کی زیارت کی ہے انہیں علم ہے کہ وہ علاقہ کیسا صحرا ہے۔ اس صحرا میں دعوت الی اللہ کا کام شروع کیا تو ساری کائنات کے ہر ہر گوشے سے اللہ نے انسانوں کے دلوں میں القا کیا کہ اس صحرا کی طرف چلو۔ دنیا جہاں کی جو نعمتیں ہیں وہ اس صحرا میں لا کر ڈال دیں اور لوگوں کے دل اس صحرا کے ساتھ معلق کر دیئے کہ کائنات کھچی ہوئی اور سمٹی ہوئی اسی صحرا کی طرف چلی آتی ہے۔

اصل دعوت الی اللہ کا ڈھنگ ہے حدیث میں آتا ہے کہ ایک وقت آئیگا۔

مساجدهم عامرة وهی خراب

مسجدیں بظاہر بڑی آباد ہوں گی اور حقیقت میں ویران ہو جائیں گی۔ مسجدوں کے در و دیوار بڑے منقش ہوں گے اور انسانوں کی بھیڑ بھی ہو گی "وھی خراب" اور وہ خراب ہو جائیں گی۔ یعنی للہیت ویران ہو جائیں گی۔

"صبغته الله" اللہ کا رنگ پھیکا پڑ جائے گا۔

جو لوگ دین کا کام کرتے ہیں انہیں یہ بات سمجھنی چاہئے کہ دعوت الی اللہ کرنے والے کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے وجود کو کھوٹ سے پاک کرے اور یہ دعا کرے۔

اللهم نقنی من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس

یا اللہ میرے وجود کو میل کچیل سے پاک کر دے جیسا کہ سفید کپڑے کی میل جب چھانٹ دی جاتی ہے تو وہ صاف ستھرا ہو جاتا ہے اور چٹا سفید ہو جاتا ہے۔

یااللہ! تو میرے دل کی سیاہیوں کو دھو ڈال۔ مبلغ کا کام اپنے وجود سے کھوٹ کو نکال دینا اور انوار الٰہی سے وجود کو منور کرنا اور کتاب و حکمت کا فہم حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا، پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے۔

یہ سمجھنا غلط فہمی ہے دوستو! کہ دعوت الی اللہ کا معنی وعظ ہی ہے۔ یہ بڑی اہم باریک بات ہے۔ یہ نہ خیال کیجئے کہ دعوت الی اللہ کا معنی صرف وعظ کرکے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے۔ اللہ کی طرف بلانے کا نام کبھی گفتگو سے ہوتا ہے کبھی دوستی سے ہوتا ہے، کبھی یاری سے ہوتا ہے، محض چار دوستوں سے بے تکلف گفتگو سے ہوتا ہے اور کبھی خاموش اہل اللہ چراغ کی طرح جلتے ہیں اور زبانیں چپ ہوتی ہیں اور جیسے چراغ کے قریب جس چراغ کا بھی فتیلہ آتا ہے وہ چراغ جلنے لگتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اہل اللہ چپ ہوتے ہیں اور ان کے نور سے دوسروں کی روحیں منور ہوتی چلی جاتی ہیں یہ جو فرمایا

داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا

یعنی جب حضور ﷺ گویا ہوتے تھے تو اس وقت دعوت الی اللہ نطق و گویائی سے دے رہے ہوتے ہیں اور جب چپ ہوتے تھے تو آفتاب کی کرنوں کی طرح لوگوں کی میل کچیل کو چھانٹ رہے ہوتے تھے۔

ایک آندھا آدمی کہتا ہے کہ یہ بولتے کیوں نہیں، چراغ کب بولتا ہے۔ مگر روشنی دیتا ہے اسی طرح کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بول کر دعوت دی جاتی ہے اور کبھی چراغ کی طرح روشنی دی جاتی ہے کہ ہر چراغ کے فتیلے کو آگ لگتی چلی جاتی ہے اور وہ چراغ جلتے چلے جاتے ہیں یہی سراجا منیرا ہے۔ ایسا چراغ جو دوسروں کو منور کرنے والا ہے اور خود چپ ہے تو کبھی دعوت گویا ہو کر دی جاتی ہے۔ کبھی چراغ کی طرح جل کر دی جاتی ہے۔

دوستو یہ مت خیال کیجئے کہ اگر آپ وعظ نہ کر سکے تو دعوت کا کام ہی نہ ہو سکے گا۔ ایسے فقیر بھی ہیں جو چراغ کی طرح جلتے ہیں اور اس فقیر کے پاس بیٹھنے سے روح کے چراغ کا فتیلہ لو دے اٹھتا ہے اور اصل کام تو دوستوں اس فتیلے کا جلنا ہے۔ کتنے وعظ ہیں جنہیں سننے کے بعد بھی فتیلہ گیلا رہتا ہے۔ مجھ سے پوچھئے کے کتنے علماء کے وعظوں میں ہم گئے اور فتیلہ جو تھا وہ جل نہ سکا۔ اور

کتنے فقیر تھے جو خاموش تھے ان کے پاس بیٹھے اور فتیلہ سلگنے لگا۔ روشن ہو گیا اور "سراجاً منیرا" کی تفسیر ان کی محفل میں بیٹھنے سے سمجھ میں آ گئی۔

دوستو! اللہ کی طرف بلانے کا کام کبھی دوستی سے ہوتا ہے' یاری سے ہوتا ہے' محض پیار سے ہوتا ہے' کبھی گویا ہونے سے ہوتا ہے کبھی چپ رہنے سے ہوتا ہے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ بڑی غلط فہمی ہے جو مولویوں کو پیدا ہوئی کہ کام شروع کرتے ہیں تو چندہ فراہم کرنے سے۔ دیکھئے کیسی مت پلٹ جاتی ہے انسان کی اور بڑے بڑے جید علماء کی' کہ جب دل کی بتی بجھ جاتی ہے تو تبلیغ کا کام سمجھ میں نہیں آتا..... سیرت النبی ﷺ پڑھتا ہے مگر بات الٹ شروع کرتا ہے۔

کتنے لوگ ہیں کہ فلاں پراجیکٹ بنایا ہے' دین کا کام کرتا ہے لہٰذا چندہ اکٹھا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ تمام انبیاء (علیھم الصلوۃ والسلام) کی تاریخ پڑھ کر دیکھئے یہ انبیاء کی سمت کے مخالف سمت چلنا ہے' لطف کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں بار بار کہا گیا ہے کہ ہر پیغمبر نے احیاء دین کا کام شروع کیا تو کہا۔

وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین

تم ناک بھوں میرے وعظ پر کیوں چڑھاتے ہو' تم سے کوئی اجرت مانگنے تو نہیں آیا ہوں۔ تم سے چندہ تو نہیں مانگتا ہوں۔

ان اجری الا علی رب العلمین

میرا اجر تو اس پر ہے جو سارے جہانوں کو پال رہا ہے جو فاسقوں اور فاجروں کو پال رہا ہے۔ میں تو اسکے دروازے پہ بیٹھا ہوں اور اسکا کام کر رہا ہوں۔ کیا وہ مجھے نہیں پالے گا؟

دیکھئے عجب بات پلٹ گئی ہے جو کام شروع کرتا ہے' پہلے کہتا ہے چندہ اکٹھا کیجئے۔

دوستو! یہ انبیاء کے طریقے کے بالکل منافی ہے کہ کام کو چندہ کی فراہمی سے شروع کیا جائے۔

یاد رکھئے۔ مبلغ کا کام داعی الی اللہ کا کام اور نائب رسولؐ کا کام یہ ہے کہ وہ انسانوں کو بنائے' ان پر محنت کرے انکی تراش خراش کرے اس کا کام آدمی پیدا کرنا ہے' ان کی تربیت کرنا ہے اور جب انسان پیدا ہونے لگتے ہیں تو تمام اسباب مسخر ہونے لگتے ہیں۔

جب آنکھیں کھل جاتی ہیں انسانوں کی تو قدموں پہ لا کے اپنے سارے اثاثے کو ڈھیر کر دیتے ہیں۔ پھر چندے کی بھیک ذلت سے نہیں مانگنی پڑتی۔ پھر تو یہ کہا جاتا ہے۔

ما ابقیت لاھلک؟

گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے یا سب کچھ ہی لئے چلے آ رہے ہو۔

دیکھئے یہ سب کچھ پڑھتے ہیں مگر قلب پہ چونکہ حجاب ہے اس لئے کام کا آغاز چندے کی فراہمی سے کرتے ہیں۔ یاد رکھئے یہ اہل اللہ کی کسوٹی ہے کہ وہ انسانوں کو سنوارتے چلے جاتے ہیں۔ جب وہ سنورتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھلتی ہیں تو وہ خود کہتے ہیں کہ اس کار خیر میں ہمیں بھی خدا کے لئے شامل کر لیجئے۔

مبلغ کا کام یہ ہے

یزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمتہ

اس کا کام یہ ہے کہ انسانوں کی تربیت کرے ان کو تراشے۔ خراشے' ان کے ظرفوں کو دھوئے جیسے خادم ہوتا ہے۔ وہ تو نوکر ہے۔ اسکا کام برتن مانجھنا ہوتا ہے وہ تو دھوبی ہے اس کا کام تو کپڑے کو زور زور سے پٹخنا اور دیکھنا ہے کہ صاف ہوا ہے یا نہیں؟

یزکیکم کی حقیقت یہ ہے دوستو! ہم نے سارا زور عمارتوں کی تعمیر پر لگا دیا آدمی ایک پیدا نہیں ہوتا مگر بڑے بڑے ہال بناتے ہیں۔ جب انسانوں پر محنت کی جاتی ہے تو ابو بکرؓ و عمرؓ پیدا ہوتے ہیں' عثمانؓ و علیؓ پیدا ہوتے ہیں۔ عرب و عجم مسخر ہوتے ہیں۔ ہر داعی الی اللہ کو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ اس کی توجہ اسی بات پر مرکوز رہے کہ انسانوں کے ذہنوں اور روحوں کی تربیت کرے۔

ان دو باتوں پر توجہ کو مرکوز کرتا چلا جائے۔ اسباب اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو اس کے لئے سمٹتے چلے آئیں گے۔

واخرہ دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

غازی علم دین کی شہادت

(سلطان محمود)

عاشق رسول ﷺ غازی علم دین شہید" کے ذکر سے ماضی کے جھروکوں سے مجھے ایک ایمان افروز قصہ یاد آگیا ہے یہ کوئی چالیس بیالیس سال پہلے کا قصہ ہے صحافتی دشت و صحرا کی جادہ پیمائی کرنے سے پہلے میں نے ایک بہت مختصر عرصہ کے لئے لاہور سول سیکرٹریٹ میں سرکاری ملازمت کی تھی۔ یہ ون یونٹ کا زمانہ تھا اور حکومت مغربی پاکستان کے محکمہ جیل خانہ جات سے بھی وابستہ تھا اور شیخ محمد اقبال صاحب میرے پاس ہوا کرتے تھے۔ انگریزوں کے زمانے میں بھی شیخ صاحب ایک اعلیٰ حکومتی عہدہ پر فائز تھے۔ شیخ موصوف جو اب بھی ماشاء اللہ بقید حیات ہیں اور سال و ماہ کی سنچری پوری کرنے کے قریب قریب پہنچ چکے ہیں۔ میرے پاس تو تھے ہی لیکن ان کی مجھ پر شفقتوں اور محبتوں کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں ان کے دونوں بیٹوں ریاض اور اعجاز جو میٹرک کے طالبعلم تھے کو ٹیوشن پڑھایا کرتا تھا۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میرے ان شاگردوں نے عملی زندگی میں بہت نام اور دام پایا ہے اور ان کی اس معاشرتی اٹھان اور معاشی استحکام کا کریڈٹ شیخ صاحب آج بھی مجھے ہی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر اعجاز احمد شیخ ملک کا مشہور ڈینٹل سرجن ہے اور اس کا لاہور گلبرگ میں اپنا کلینک ہے۔ ریاض بھی ایم اے پاس ہے اور اس کا لاہور میں وسیع کاروبار ہے۔ بیٹوں کا ٹیچر ہونے کے ناطے شیخ صاحب نے کبھی بھی مجھے اپنا ماتحت نہیں سمجھا تھا۔ وہ مجھے بھی اپنا بیٹا ہی سمجھا کرتے تھے اور کئی دہائیاں گزرنے کے بعد ہمارا یہ باہمی رشتہ آج بھی بڑی استقامت سے برقرار ہے لہٰذا میں بے دھڑک ہو کر شیخ صاحب کے دفتر (کمرہ) میں بلا اجازت جا گھستا تھا۔ ایک دن میں کسی سرکاری فائل پر ان کے دستخط کروانے ان کے دفتر میں گیا تو وہاں ایک ڈھلتی عمر کا سیاہ رنگ اور درمیانے قد کا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس شخص کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ شخص جس کا پہلا نام اب مجھے یاد نہیں رہا اور اس کا آخری نام مسیح تھا۔ حکومت کے ذمہ اپنے کچھ واجبات کے حصول کے سلسلہ میں شیخ صاحب کے پاس آیا تھا۔ شیخ صاحب نے مجھے اس شخص کے بارے میں بتایا کہ یہ سرکاری ملازم جلاد ہے اور جیلوں میں مجرموں کو یہی شخص پھانسی دیتا ہے۔

سرکاری فائلوں میں میرا دل قطعی نہیں لگتا تھا اور میرے اندر لکھنے لکھانے کی چنگاری سلگ چکی تھی چنانچہ میں نے اس جلاد کو اس کے فرائض کے حوالے سے کریدنا شروع کر دیا۔ اس نے جو کچھ میرے استفسار پر بتایا وہ کچھ اس طرح تھا۔ "میں نے اپنی زندگی میں بے شمار لوگوں کو پھانسی کا پھندہ پہنایا ہے بڑے بڑے بدمعاشوں، قاتلوں اور ڈاکوؤں کو پھانسی کے تختے پر لٹایا ہے۔ ان میں بعض ایسے بدمعاش اور قاتل

بھی ہیں جن کا نام سن کر لوگ کانپ اٹھتے تھے۔ ہر طرف ان کی دہشت پھیلی ہوئی تھی' وہ اپنے آپ کو بڑا بہادر اور موت سے بے خبر سمجھا کرتے تھے لیکن صاحب جی! یہ لوگ حقیقت میں بڑے بزدل تھے۔ جب انہیں میرے سپرد پھانسی دینے کے لئے کیا جاتا تھا تو ان کی حالت دیکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ موت کے خوف سے ان کی ٹانگیں تھر تھر کانپتی تھیں وہ بلبلا کر رویا کرتے تھے کہ ہمیں معاف کر دو' پھانسی نہ دو' بعض مجرموں کا خوف کی وجہ سے پیشاب تک نکل جایا کرتا تھا لیکن صاحب جی میں نے اپنی پوری زندگی میں صرف ایک شخص کو خوشی خوشی پھانسی کا پھندہ پہنتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ غازی علیم دین ہے۔ جب انہیں پھانسی دینے کے لئے میری تحویل میں دیا گیا تو ان کے ہونٹوں پر ہلکا ہلکا تبسم عجیب بہار دکھا رہا تھا۔ وہ بڑے پر سکون اور مسرور دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے چہرے پر کسی قسم کے غم اور خوف کے آثار نہیں تھے۔ وہ تو موت کو اپنے کسی محبوب کا پیغام وصل سمجھتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

باؤ جی! انگریزوں کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ مجھے جس مجرم کو پھانسی پر لٹکانا ہوتا تھا تو پھانسی کے عمل سے تھوڑی دیر پہلے مجھے اس کی کال کوٹھڑی میں لے جایا جاتا تھا تاکہ میں اپنے شکار کو اچھی طرح دیکھ لوں۔ اس اصول کے تحت جب میں غازی علم دین کی کوٹھڑی کے قریب گیا تو میں اپنے حضرت یسوع مسیح کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کی کوٹھڑی سے اس قدر شاندار خوشبوؤں کے ریلے آ رہے تھے جیسے فرشتوں نے وہاں خدائی اگربتیاں جلا رکھی ہوں۔ ایسی خوشبو کی لذت مجھے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ یہ اس دنیا کی خوشبو ہرگز نہیں تھی۔ میں نے کوٹھڑی کے اندر جھانکا تو وہاں ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیلی ہوئی تھی میں اس روشنی کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا یہ عجیب طرح کی روشنی تھی۔ غازی علم دین کے چہرے پر عجیب طرح کی روشنی۔ غازی علم دین کے چہرے پر اس قدر نور تھا کہ میں ان کے حسن و جمال کی تاب نہ لا سکا اور صاحب جی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس غیبی نور کی کرنوں کے پیچھے چھپے ہوئے غازی کے چہرے کو میں دیکھ نہیں پایا تھا مجھے غازی کو پھانسی دیتے ہوئے بہت زیادہ خوف آ رہا تھا لیکن میں اپنے بچوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پھانسی کا رسہ کھینچنے سے پہلے ہی غازی کی روح اللہ کے دربار میں پہنچ چکی تھی اور میں نے تو محض ایک بے جان اور بے روح جسم کو پھانسی دینے کی خانہ پری کی تھی"

سطور میں میں نے جو روح پرور قصہ بیان کیا ہے جناب شیخ محمد اقبال اس کے گواہ ہیں اور وہ آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں کوئی قاری اس قصے کی تصدیق کرنا چاہے تو شیخ صاحب سے ان کے بیٹے ڈاکٹر اعجاز احمد شیخ کے گلبرگ لاہور میں واقع کلینک کے ایڈریس پر رابطہ قائم کر سکتا ہے۔

(نوائے وقت میگزین مورخہ 99-1-3)

یہ زندگی، وہ زندگی

(ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ)

وہ زندگی

قرآن حکیم کہتا ہے کہ انسان کی زندگیاں دو ہیں ایک یہ جو محض عارضی و فانی ہے اور دوسری وہ جو بعد از موت شروع ہوگی اور جس کا کوئی انجام نہیں۔ ہر زمانے میں انسانوں کا ایک طبقہ اس زندگی کا منکر رہا ہے خود مسلمانوں میں ایسے افراد کی کمی نہیں، جو جنت و جہنم کے افسانوں کو ڈھکوسلا سمجھتے ہیں اور اسی زندگی کو سب کچھ قرار دیتے ہیں۔ اس زندگی کو کسی نے نہیں دیکھا اور جو لوگ وہاں پہنچ چکے ہیں ان سے ہمارا سلسلہ نامہ و پیام قائم نہیں پس یہ مسئلہ یا تو ان انبیاء سے پوچھا جا سکتا ہے جن کا تعلق براہ راست اللہ سے قائم تھا یا ان اولیاء سے جن کی چشم وجدان عالم شہود کی سرحدوں سے پرے بھی دیکھ سکتی تھی اور یا ان ارباب علم سے جن کی زندگیاں ہی شہود و غیب کی چھان بین میں بسر ہوئیں۔

انبیاء و اولیاء کے اقوال یہاں پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ قارئین کی اکثریت اسلام سے تعلق رکھتی ہے، البتہ موجودہ حکماء کے چند اقوال پیش کرنا غیر مناسب نہیں۔ آر تھر فنڈلے، گلاسکو کی ایک سوسائٹی سائیکک ریسرچ (روح کے متعلق تحقیقات) کا وائس پریذیڈنٹ تھا۔ یہ اپنی کتاب "theEtheric OntheEdgeof" کے صفحہ نمبر ۱۰ پر لکھتا ہے۔

ترجمہ! ہم دراصل خاکی اجسام میں چھپی ہوئی ارواح ہیں۔ موت ہمیں اس مادی غلاف یعنی جسم سے الگ کر دے گی۔ یہ جسم لطیف (روح) ہی حقیقی اور مستقل چیز ہے۔

ایک اور حکیم ڈاکٹر الیکسز Alexis کہتا ہے

ترجمہ! شراب زندگی جام خاکی کے ظرف سے زیادہ ہے اور اسی لئے باہر چھلک رہی ہے۔ میرے پاس ایسے اقوال کا ایک انبار موجود ہے۔ مغرب کے بیشتر پروفیسر، سائنس دان اور فلاسفر اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ حقیقی انسان جسم کے اندر رہتا ہے، اور وہ غیر فانی ہے

جسم خاکی

جسم خاکی کی عمر اوسطاً" ساٹھ ستر برس سے زیادہ نہیں ہوتی اور جسم لطیف ابدی و سرمدی ہے۔ دونوں اجسام کے تقاضے الگ الگ ہیں۔ جسم خاکی کی زندگی غذا سے وابستہ ہے اور جسم لطیف کی تسلیم و عبادت سے۔ غذا کے بغیر جسم خاکی مرجاتا ہے اور نیکی و طاعت کے بغیر جسم لطیف۔ حیرت ہے کہ انسان اس چند سالہ زندگی کے تقاضوں کو تو ہر طریقے سے پورا کرتا ہے، کہیں محنت سے، کہیں لوٹ مار سے، کہیں انصاف بیچ کر اور کہیں ایمان دے کر، لیکن داخلی انسان کی خبر تک نہیں پوچھتا۔

منصوبہ بندی

اپنے اردگرد نظر ڈالیے۔ یہ بازاروں میں چہل پہل، دفتروں میں ہما ہمی، تانگوں، سائیکلوں اور موٹروں کی دوڑ بھاگ، کسان کا ہل، مزدور کی کدال، منشی کا قلم، طالب العلم کی کتاب، یہ سب کیا ہیں؟ جسمانی ضروریات بہم پہنچانے کے وسائل، دولت فراہم کرنے کے لئے ہر انسان کا قدم اس تیزی سے اٹھ رہا ہے۔ گویا کتے اسکا پیچھا کر رہے ہیں۔ اس راہ میں نہ وہ کسی رکاوٹ کی پرواہ کرتا ہے اور نہ کسی مصیبت کو خاطر میں لاتا ہے۔ آج کراچی میں ہے تو کل لنڈن اور پرسوں واشنگٹن میں۔ سفر عین راحت اور کلفت عین مسرت۔ اگر کسی چیز میں دو سال بعد چار آنے کا فائدہ دیکھے تو اسے آج خرید کر گوداموں میں بھر لیتا ہے۔ اگر دس سال بعد مالٹوں کی فروخت سے اسے دو چار سو روپے وصول ہو سکتے ہوں تو انکے پودے آج لگا کر دس سال تک انہیں کھاد اور پانی دیتا ہے۔ جب بچے نے سولہ برس بعد ایم اے بن کر نوکری کرنا ہو، اسے سولہ سال تک درس گاہوں میں بھیجتا ہے اور اس کے مصارف برداشت کرتا ہے۔ عارضی جسم کی عارضی ضروریات کے لئے تو ہماری دوڑ دھوپ کا یہ عالم ہے۔ لیکن جس جسم نے ان گنت صدیوں تک زندہ رہنا ہے۔ اس کی پروا ہی نہیں کی جاتی۔ آخر منصوبہ بندی کی یہ کونسی قسم ہے؟ کیا شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں سے روح کی نشو و نما کے لئے آپ ایک گھنٹہ بھی نہیں نکال سکے۔ کیا روح کی زندگی سے آپ کو اتنی چڑ ہے؟ کیا آپ کو جنت کی بہاروں سے اتنی نفرت ہے؟

نیکی و بدی

دنیوی منصوبہ بندی کے لئے دو چیزیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ صحیح تجویز اور جسمانی صحت، تجاویز غلط

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] جسم لطیف [illegible]

[illegible] جسم لطیف [illegible] جسم کثیف [illegible] امراض [illegible]

[illegible] امراض [illegible]

[illegible]

مرض لازماً دور ہو جائے گا۔

موجودہ صوفیائے مغرب سالہا سال کی تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جسم لطیف ایک سانچہ ہے جس میں جسم خاکی ڈھلتا ہے۔ اگر سانچہ ٹیڑھا یا بد نما ہو تو ڈھلی ہوئی چیز کا بد نما ہونا یقینی ہے۔ گناہ سے جسم لطیف بد نما اور طاعت و عبادت سے حسین و دلکش بن جاتا ہے۔ بدکاروں کے اجسام لطیفہ مرجھا جاتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے چہروں پر خشکی' پبوست اور نحوست ناچنے لگتی ہے۔ آپ روزانہ ایسے چہرے دیکھتے ہوں گے جن کی ہڈیاں ٹیڑھی' تناسب مفقود' رونق گم اور بحیثیت مجموعی بد نما و نفرت انگیز۔

امریکہ کا ایک ڈاکٹر کہتا ہے

ترجمہ! دماغ جسم کا فطری محافظ ہے۔ گناہ کسی قسم کا بھی ہو' جسم لطیف (روح) میں مختلف امراض پیدا کرتا ہے اور وہاں سے یہ بیماریاں جسم میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ غصہ سے تھوک میں ایسی کیمیائی تبدیلی آتی ہے کہ وہ خطرناک زہر میں بدل جاتی ہے۔ دوسری طرف محبت نیک دلی' فیاضی اور مہربانی سے جسم میں ایسی رطوبتیں پیدا ہوتی ہیں جو گناہ کے امراض آفریں اثرات کو دور کر دیتی ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام اور مریض

آپ جانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام زبردست روحانی طاقت کے مالک تھے۔ آپ مادر زاد اندھوں' بہروں اور برسوں کے کوڑھیوں اور فالج زدہ انسانوں کو صرف چھو کر اچھا کر دیتے تھے۔ جب کوئی مریض آپکے پاس جاتا تو پوچھتے۔

ترجمہ! کیا تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو؟

اور پھر اسے اچھا کرنے کے بعد ہدایت دیتے۔

ترجمہ! جاؤ اور آئندہ گناہ نہ کرو۔

آپ کا ایک اور ارشاد ہے

ترجمہ! میرا کلام ماننے والوں کے لئے زندگی اور ان کے اجسام کے لئے صحت ہے۔

یورپ کے ایک فلاسفر کا قول ہے

ترجمہ! دکھ اسی وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ گناہ باقی رہے۔ گناہ چھوڑتے ہی دکھ دور ہو جاتا

ہے۔ کیونکہ دکھ کا سبب باقی نہیں رہتا۔

کائنات سے ہم آہنگی

کائنات پر نظر ڈالیے آپ کو ہر چیز پیکر تسلیم نظر آئے گی' کروڑوں آفتاب و ماہتاب نہایت باقاعدگی سے ان راہوں پہ چل رہے ہیں جو اللہ نے ان کے لئے تجویز کی ہیں۔ پھولوں کے قافلے معین اوقات پر آ جا رہے ہیں۔ نحل ازل سے شہد بنا رہی ہے اور پانی ابتدا سے نشیب کی طرف جا رہا ہے۔ کائنات کا یہ حسن تسلیم کے دم سے قائم ہے۔ اگر آج یہ سیارے باغی ہو جائیں تو فضاؤں میں آگ بھڑک اٹھے' اور کوئی چیز باقی نہ رہے۔

اس کائنات میں صرف ایک مخلوق ایسی ہے جسے یہ اختیار ہے کہ چاہے تو اللہ کی مجوزہ راہ پر چل کر جمیل و جلیل بنے' یا اسے چھوڑ کر خوار و ذلیل ہو جائے۔ کائنات کی ہر چیز جادہ تسلیم پر طوعاً" وکرہاً" رواں دواں ہے۔ انسان بھی جب اس راہ پر چل پڑتا ہے تو وہ قافلہ موجودات کا ہم قدم بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اس میں کوہساروں کا جلال' سمندروں کی ہیبت اور بہاروں کا جمال پیدا ہو جاتا ہے۔

وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ومن انا الليل فسبح واطراف النهار لعلک ترضی (۴۵'۱۳۱)

ترجمہ! "طلوع آفتاب سے پہلے' غروب کے بعد' دوران شب اور دن کے دونوں کناروں پر اللہ کو یاد کیا کرو' تاکہ تمہیں مسرت حاصل ہو"

وما اوتيتم من شيی فمتاع الحيوة الدنيا وزينها وما عند الله خير وابقی (۱۶-۱۳۰)

ترجمہ! "یہ مال و اسباب متاع و زینت دنیا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور پائیدار ہے"

وان الاخرة لهی الحيوان (۲۹-۶۴)

ترجمہ! "اگلی زندگی ہی اصلی زندگی ہے"

وما اصابكم من مصيبه فبما كسبت ايديكم

ترجمہ! "تمہاری ہر مصیبت تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے"

ولله الاسماء الحسنی فادعوه بها (اعراف-۱۸۰)

ترجمہ! "اللہ کے نام بڑے خوبصورت ہیں' اسے انہی ناموں سے بلاؤ"

فاما من تاب وامن وعمل صالحا فعسى ان يكون من المفلحين (۲۸-٦٧)

ترجمہ! "ایک تائب ایماندار اور صالح العمل انسان کامیاب رہے گا"

لاٰیات لاولی الالباب الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم (۳-۱۹۰-۱۹۱)

ترجمہ! "......میں اہل دانش کے لئے آیات ہیں اور اہل دانش وہ ہیں جو اللہ کو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے یاد کرتے ہیں۔۔۔۔"

گناہ کی صورتیں

الہامی صحائف سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ مندرجہ ذیل اشکال میں نمودار ہوتا ہے۔

۱۔ مرض ۲۔ غم' بے چینی' حوادث ۳۔ افلاس ۴۔ ناکامی ۵۔ ذلت و رسوائی ٦۔ بے رونق' یبوست زدہ اور بگڑا ہوا چہرہ ۷۔ نفرت انگیز پرسنلٹی ۸۔ اقربا واحباب سے بگاڑ ۹ غلط تجاویز و غلط اقدامات ۱۰۔ ملائکہ کی امداد سے محرومی اور ۱۱۔ بالاخر جہنم

نیکی کی صورتیں

نیکی مندرجہ ذیل صورتیں اختیار کرتی ہے۔

۱۔ اطمینان قلب ۲۔ صحت ۳۔ فراخی رزق ۴۔ ہر اقدام میں کامیابی ۵۔ معاشرہ میں سچی عزت ٦۔ احباب و اقارب سے پیار ۷۔ عالم بالا سے صحیح تجاویز کا القا ۸۔ ملائکہ کی امداد ۹۔ دل کش اور دلنواز شخصیت ۱۰۔ ہر جائز دعا قبول اور ۱۱۔ موت کے بعد انبیاء و اولیا اور فلاسفہ و حکما کی رفاقت اب خود ہی فیصلہ کیجئے کہ آپ نے کیا لینا اور کدھر جانا ہے۔

والذین امنوا وعملوا الصلحت لنکفرن عنهم سیاتهم ولنجزینهم احسن الذی کانوا یعملون (۲۹-۷)

ترجمہ! "جو لوگ ایمان لانے کے بعد پاکیزہ' نیک اور عمدہ کام کریں گے ہم ان کے دکھ یقیناً دور کر دیں گے اور انہیں بہترین اجر دیں گے"۔ یہ ہے اللہ کا وعدہ جو کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔

اوصاف مومن

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت کے لئے پیدا فرمایا ہے اس لئے دین کا مقصد ہی یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو اس کے مقصود حیات سے آگاہ کر کے اس تک پہنچنے کے لئے صراط مستقیم کی نشاندہی کر دی جائے۔ قرآن کریم بنی نوع انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی آخری اور کامل ترین کتاب ہے اس لئے اس میں بار بار ان صفات کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں دیکھنا پسند فرماتے ہیں۔ قرآن کریم میں بڑے صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ کونسے لوگ ہیں جن سے اللہ محبت کرتے ہیں اور کونسے لوگ ہیں جو اس نعمت سے محروم رہ جائیں گے تاکہ اہل ایمان اپنے خالق و مالک کی رضا والے اعمال اختیار کر کے اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرلیں جن سے اس کا قرب نصیب ہوتا ہے اور ان تمام کاموں سے اپنے نفس کو باز رکھیں جو اس کی ناپسندیدگی اور اس سے دوری کا سبب بنتے ہیں۔ قرآن کریم کا بنیادی موضوع ہی انسان کی ہدایت ہے اس لئے اس کا شاید ہی کوئی صفحہ ایسا ہو جو اس مرکزی مقصد پر روشنی نہ ڈالتا ہو لیکن چند مخصوص مقامات ایسے بھی ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات کو ایک ہی جگہ تسلسل کے ساتھ بیان فرمایا ہے ان کے مطالعہ سے مقربین بارگاہ کے خلق کی ایک دلکش اور مکمل تصویر سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ ابن کثیر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اسلام تیس حصوں میں دائر ہے جو قرآن حکیم کی تین سورتوں میں اس طرح آئے ہیں کہ دس دس صفات ایک جگہ اکٹھی بیان کر دی گئی ہیں۔ ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں

سورۃ التوبہ آیت نمبر112

☆ توبہ کرنے والے ☆ عبادت کرنے والے ☆ حمد کرنے والے
☆ روزہ رکھنے والے ☆ رکوع کرنے والے ☆ سجدہ کرنے والے
☆ نیک کاموں کا امر کرنے والے ☆ بری باتوں سے منع کرنے والے
☆ اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ☆ بشارت دے دیجئے سچے مومنین کو

سورۃ الاحزاب آیت نمبر35

☆ سر اطاعت خم کرنے والے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔

☆ سچے مومن مرد اور سچی مومن عورتیں۔

☆ فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں۔

☆ راستباز مرد اور راستباز عورتیں۔

☆ صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عوتیں۔

☆ فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں۔

☆ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں۔

☆ روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں۔

☆ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں۔

☆ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔

☆ اللہ نے ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

سورۃ المومنون آیت 1 تا 11

☆ بے شک ایمان والے رستگار ہو گئے۔

☆ جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔

☆ جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑتے رہتے ہیں۔

☆ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

☆ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

☆ مگر اپنی بیویوں یا کنیزوں سے جو انکی ملک میں ہوتی ہیں کہ ان سے مباشرت کرنے سے انہیں کوئی ملامت نہیں۔

☆ جو ان کے علاوہ اوروں کے طالب ہوں وہ حد سے نکلنے والے ہیں۔

☆ جو امانتوں اور اقراروں کو محفوظ رکھتے ہیں۔

☆ جو نمازوں کی حفاظت یعنی پابندی کرتے ہیں۔

یہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (صدق اللہ العظیم)

توبہ

(ایم محمد اکرم فیصل آباد)

توبہ کے لغوی معنی لوٹ آنے کے ہیں۔ شریعت کی رو سے اگر کوئی مسلمان اپنی بداعمالیوں پر ندامت محسوس کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے تو اسے توبہ کہتے ہیں۔ تائب کے لئے یہ مالک حقیقی کا خاص انعام ہے کہ جب آدمی سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اس کے تمام سابقہ گناہ رحمت خداوندی سے نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور وہ آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچ جاتا ہے اور جنت کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا مستحق بن جاتا ہے۔

انسان کی تخلیق نور سے نہیں ہوئی بلکہ اربعہ عناصر سے ہوئی ہے اس لئے انسان خطا کا پتلا ہے عالم شباب میں خون گرم و تازہ کی فراوانی اسے برائیوں کی طرف مائل کرتی ہے۔ عقل و خرد کو تعطیل عام ہو جاتی ہے کیونکہ شیطان تمام جسم میں خون کے ساتھ مل کر گردش کرتا ہے۔

یہ بغاوت ہے جنوں سے کہ رہے پاس خرد
یہ توہین جوانی ہے کہ خدا یاد رہے

خال خال ہی ایسے پاکباز اور نیک طبیعت نوجوان نکلتے ہیں جو نیکی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ لیکن جب تمام معاشرے میں ہی فاسد مادہ پھیلا ہوا ہو تو ایسے حالات میں اللہ کا کوئی خاص بندہ ہی آلودگیوں سے دامن بچا سکتا ہے۔ دنیا کی دلفریبیاں اور رعنائیاں اپنی مقناطیسی کشش سے اسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور روز حساب کا خیال کبھی بھولے سے بھی ذہن میں نہیں آتا جب دل ہی قابو میں نہ ہو تو تمام جسم گناہ میں ملوث ہو جاتا ہے۔ آنکھ زنا کرتی ہے۔ جب کسی نامحرم مرد یا عورت پر پڑتی ہے۔ جذبات میں تلاطم آ جاتا ہے قدم میخانے یا قمار خانے کی طرف اٹھتے ہیں نیکی کی طرف جانے میں وہ لنگ ہیں زبان عشقیہ غزلوں اور فحش

کوئی کے لئے مجلس میں کھلتی ہے یا رس بھرے گیت الاپتی ہے۔ حیف ہے کہ وہ ذکر الٰہی کے لئے گنگ ہے۔ یہ آنکھ قرآن کریم کی آیات پر نہیں پڑتی۔ ذہن پراگندہ خیال کا مرکز بن جاتا ہے۔ دل میں بے سکونی پیدا ہو جاتی ہے۔ کان رنگا رنگ ٹیپ ریکارڈ، موسیقی کی دھنوں میں مست ہو جاتے ہیں اب تو مسلمانوں پر بڑا اللہ کا فضل ہے روپے کی ریل پیل ہے ہر گھر میں گانے بجانے رامش و رنگ کا انتظام ہے۔ ہر کوچہ و بازار کے درو دیوار سے موسیقی کی سریں نکلتی ہیں ستم یہ ہے کہ دریچہ دل کبھی نیکی کے لئے وا نہیں ہوتا۔ نہ موذن کی اذان سنائی دیتی ہے نہ کسی واعظ کی پند و نصائح۔

دل جو خیالات و جذبات کا منبع و مرکز ہے جب بگڑ جائے تو خوف اٹھ جاتا ہے۔ تو نفس امارہ گناہوں کے لئے اکساتا ہے۔ دل کے بگڑنے سے تمام جسم کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ دل کی درستی سے سارے جسم کی درستی وابستہ ہے۔ نفس کی پیروی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لئے تصوف میں ہر گروہ میں پہلے دل کی اصلاح کی جاتی ہے دل پر الا اللہ کی ضرب لگا کر نفی اثبات کے ذریعے دل سے ماسوا کو خارج کر کے صرف اللہ کا نقش بٹھایا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسانی جسم میں سینہ کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو گیا تو تمام جسم درست ہو گیا اگر بگڑ گیا تو تمام جسم بگڑ گیا اور وہ ٹکڑا دل ہے۔ ہمارا دل صبح و شام نفسانی خواہشات اور جنسیاتی آرزوؤں سے لبریز رہتا ہے ایسے دل میں نیکی کا کہاں ٹھکانہ۔ انسان کا جسم دل کے تابع ہے۔ نیک و بد خیالات پہلے دل ہی سے پیدا ہوتے ہیں پھر انسانی قوت ارادی سے انہیں عملی جامہ پہناتا ہے۔

توبہ گناہوں کے ازالہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ جب انسان اول اول گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ کثرت گناہ سے وہ داغ ایک بڑا دھبہ بن جاتا ہے اور تسلسل گناہ سے سارا دل ہی سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور اسے پھر نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی اور

وہ نیکی اور بھلائی سے بے نیاز ہو کر اپنی ایک الگ گناہوں کی بستی بسالیتا ہے۔ لیکن جب کسی روحانی حادثے سے اس کے دل کو ٹھوکر لگتی ہے اور کسی اللہ والے کی صحبت یا تحریر و تقریر اس کے دل پر گہرا اثر کرتی ہے اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرتا ہے۔

اور وہ توبتہ النصوح کرتا ہے تو اس کے دل سے گناہوں کی تمام کثافت دور ہو جاتی ہے اور آئندہ کے نیک اعمال سے آہستہ آہستہ دل پر نور کی شفائیں پھیل جاتی ہیں اور پھر اسے نور معرفت حاصل ہوتا ہے۔ یہ توبہ کا کمال ہے

تائب ہر قدم پھونک کر رکھے گا اور ہر صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے احتراز کرے گا اور صحیح معنوں میں متقی بن جائے گا۔

سچی توبہ کے لئے تین شرطیں ہوتی ہیں۔ (1) گناہوں سے باز آجائے۔ (2) اپنے گذشتہ افعال پر نادم ہو اور بیزاری کا اظہار کرے۔ (3) اس بات کا پختہ عزم کرے کہ آئندہ ہر قسم کے گناہوں سے مکمل پرہیز کرونگا۔ اگر ان شرائط میں کسی ایک کی کمی ہوئی تو توبہ درست نہ ہوگی۔ اگر برائی کسی انسان کے ساتھ وابستہ ہے۔ تو اس کے لئے ایک چوتھی شرط بھی پوری کرنا ہوگی اگر اس نے کسی شخص سے زیادتی یا اس کا مال غصب کیا یا کوئی جبر کیا یا اس کی کسی چیز پر ناجائز قبضہ کیا تو اس صورت میں توبہ کے ساتھ ساتھ اس کا مال واپس کرنا ہو گا اس سے زیادتی کی معافی مانگنا ہوگی۔ اگر بتقاضائے بشریت دنیا میں رہتے ہوئے انسان سے پھر بھول چوک ہو جاتی ہے تو پھر فورا" رجوع الی اللہ کرے اور توبہ استغفار کرے۔ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے ضرور بخش دیں گے۔ قرآن کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی گناہ ہے۔ مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ انسان اپنے ارادے سے بار بار گناہ کرتا رہے اور ہر بار توبہ کرتا رہے۔ یہ توبہ نہیں ہے بلکہ توبہ کے ساتھ ایک مذاق ہے۔ بقول شاعر

توبہ کی پھر توبہ کی ہر بار توبہ توڑ دی
اس میری توبہ پہ توبہ، توبہ توبہ کہہ اٹھی

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے

صبح کو مے پی شام کو توبہ کر لی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

یہ ساری باتیں غلط ہیں۔ بد بخت ہے وہ شخص جو توبہ کے سہارے اپنے دامن کو گناہوں سے تر کرلیتا ہے اور زندگی کی امید پر سچی توبہ کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ یہ اس کی نادانی کی انتہا ہے۔ امام نوریؒ فرماتے ہیں کہ بد بخت ہے وہ شخص جس نے ساٹھ برس کی عمر پائی اور توبہ نہ کی۔ یعنی بڑھاپے میں بھی (موت کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے پہلے) توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالتے ہیں۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیز گار

توبہ کا لطف جوانی میں ہے جب دنیا کی رنگینیاں اور دلفریبیاں دامن تھام لیتی ہیں اور خواہشات نفسانی بے لگام ہوتی ہیں مگر اس دور میں توبہ کسے نصیب۔ لاکھوں میں چند نوجوان بدی سے دامن بچاتے ہیں اور نیکی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ورنہ اکثر نوجوان شباب کے تقاضوں کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں اور خزاں کی آمد سے پہلے ہی خزاں رسیدہ ہو جاتے ہیں۔

رحمت خداوندی تو کوئی بخشش کا بہانہ چاہتی ہے اس کی شان کریمی کی کوئی حد نہیں وہ تو کسی بندہ کے منہ سے صرف سبحان اللہ' الحمدللہ' اللہ اکبرُ کے کلمات اور کلمہ طیبہ سے خوش ہو جاتا ہے اور ذکر الٰہی کسی معاصی کی فلاح کا سبب بن جاتا ہے غافل انسان اس کی طرف مائل نہ ہو تو یہ اس کی اپنی سیاہ بختی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بادل تو ہر وقت برسنے کے لئے تیار رہتے ہیں

ہم تو مائل برکرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

جہیز اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد رشید فاروقی

موجودہ دور میں مسلمانوں کے زوال وانحطاط کے اسباب پر غور کیا جائے تو اس کے بنیادی عوامل دین سے بعد، مذہبی تعلیم کی کمی اور مسرفانہ رسوم نظر آتے ہیں۔ دین سے دوری اور مذہبی اور مذہبی تعلیمات سے روگردانی کے نتیجے میں ہمارے معاشرے میں کئی مسرفانہ رسوم یہاں تک جڑ پکڑ چکی ہیں کہ انہیں ایک حد تک تقدس کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ ان رسومات میں شادی بیاہ کے رسوم اولین حیثیت رکھتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں ہمارے معاشرہ کو متعدد مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، جن میں منگنی، نکاح، سہرہ بندی، بارات، رخصتی اور ولیمہ وغیرہ شامل ہیں۔

اسلامی تعلیمات سے روگردانی کے نتیجے میں ان میں سے ہر ایک مد پر ہمیں بھاری بھر کم خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس غرض کے لئے بسا اوقات ہم قرض لینے، جائیدادیں فروخت کرنے یا رہن رکھنے تک مجبور ہو جاتے ہیں۔ الناس علی دین ملوکھم (لوگ اپنے سربراہان کی راہ پر چلتے ہیں) کے منطقی نتیجہ میں غریب سے غریب لوگ بھی امیروں کی دیکھا دیکھی یہ رسمیں ادا کرنے پر مجبور ہیں ورنہ انہیں معاشرے کے ساتھ نہ چلنے پر ناک کٹ جانے کا خوف لے بیٹھتا ہے۔

شادی بیاہ کی تمام رسومات میں "جہیز" کی رسم کا غلط تصور ہمارے مصلحین، سماجی وفلاحی اداروں اور کارکنوں کو خصوصیت کے ساتھ دعوت توجہ دیتی ہے کہ اس کا قلع قمع کیا جائے۔ جن خاندانوں میں "جہیز" کو لازمی سمجھا جاتا ہے، وہاں ایک غریب شخص جس کے یہاں دو چار لڑکیاں ہوں وہ نہ تو لڑکے والوں کے مطالبات اور پھر آئے دن کی فرمائشیں پوری کر سکتا ہے اور نہ جوان لڑکیوں کو اپنے گھر میں رکھ کر چین کی نیند سو سکتا ہے۔ گویا وہ زندہ درگور ہے۔ کتنے ہی خاندان ہیں جن کی جوان لڑکیاں مطلوبہ جہیز کے فقدان کی وجہ سے گھر بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو گئی ہیں یا اجتماعی خودکشی کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔

جہیز قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن کریم میں صرف ایک نکاح کے پیشگی طے ہونے والے معاملات کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کی دختر سے طے پایا تھا۔ قرآن اس نکاح کی کاروائی ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

انی ارید ان انکحک احدی ابنتی هاتین علی ان تاجرنی ثمنی حجج فان اتممت عشرا فمن عندک وما ارید ان اشق علیک ستجدنی ان شاء الله من الصلحین ○ قال ذلک بینی وبینک ایما الاجلین قضیت فلا عدوان علی والله علی مانقول وکیل

ترجمہ: وہ (بزرگ موسیٰ علیہ السلام سے) کہنے لگے "میں چاہتا ہوں کہ ان دو لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو (اور اس نوکری کا بدلہ وہی نکاح ہو' حاصل یہ کہ آٹھ سال کی خدمت اس نکاح کا مہر ہے) پھر اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے (یعنی میری طرف سے جبر نہیں) اور میں (اس معاملہ میں) تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا (یعنی کام لینے اور وقت کی پابندی وغیرہ معاملہ کی فروعات میں آسانی برتوں گا اور) تم مجھ کو انشاء اللہ تعالیٰ خوش معاملہ پاؤ گے' موسیٰ علیہ السلام رضامند ہو گئے اور کہنے لگے کہ (بس تو) یہ بات میرے اور آپ کے درمیان (پکی) ہو چکی' میں ان دونوں مدتوں میں سے جس (مدت) کو بھی پورا کر دوں مجھ پر کوئی جبر نہ ہو گا اور جو (معاملہ کی) بات چیت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا گواہ (کافی) ہے۔ اس کو حاضر ناظر سمجھ کر عہد پورا کرنا چاہئے"۔

غور فرمائیں کہ کس قدر سادگی اور تکلفات کے بغیر یہ عقد طے پایا گیا؟

ان آیات کی روشنی میں کیا شادی بیاہ کے بھاری بھر کم مصارف کے لئے کوئی جواز موجود ہے؟ خصوصیت کے ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام کے یہ الفاظ ما ارید ان اشق علیک "میں (اس معاملہ میں) تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا" تم مسلمانوں کے لئے درس عبرت ہے کہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر شادی بیاہ میں ایک دوسرے پر بوجھ نہ ڈالیں۔ پورے قرآن کا مطالعہ کر ڈالیں' جہیز کا ذکر اصالتاً" یا اشارتاً" کہیں نہیں ملے گا۔ اسی طرح احادیث میں اس کا ذکر نہیں۔ کتب فقہ کے عنوانات میں کہیں باب الجہیز نظر سے نہیں گزرے گا۔

تاریخ و سیرت کی کسی معتبر کتاب میں یہ تذکرہ نہیں ملتا کہ ازواج النبی ﷺ فلاں فلاں چیزیں جہیز میں لائی تھیں یا آنحضرت ﷺ نے کسی صاحبزادی کا فلاں فلاں اشیاء رسم جہیز کے طور پر دی تھیں۔ کچھ مسلمان کہتے ہیں کہ جہیز رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جب اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا تو ان کو اپنے پاس سے جہیز بھی عطا کیا۔ اس قسم کی بات دراصل غلطی کا اضافہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیا اس کو کسی طرح بھی جہیز نہیں کہا جا سکتا اور اگر اس کو جہیز کہا

جائے تو ساری دنیا میں کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہ ہوگا جو اپنی لڑکی کو وہ پیغمبرانہ جہیز دینے کے لئے تیار ہو کیونکہ وہ سامان ایک چادر' ایک مشکیزہ اور ایک اذخر گھاس سے بھرے ہوئے چمڑے کا تکیہ پر مشتمل تھا۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ و علیؓ کی شادی کا پس منظر اور اصل حقائق بیان کئے جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ جب چھوٹے تھے اسی وقت رسول اللہؐ نے ان کے والد (ابو طالب) سے لے کر اپنی سرپرستی میں لے رکھا تھا۔ حضرت علیؓ آپ ﷺ کی زیر کفالت تھے۔

ایک اعتبار سے وہ آنحضرت ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے تو دوسرے اعتبار سے آپ کے بیٹے کے برابر تھے۔ بچپن سے آپؓ کے تمام اخراجات آنحضرت ﷺ کے ذمہ تھے۔ اس لئے بالکل قدرتی بات تھی کہ نکاح کے بعد نیا گھر بسانے کے لئے آپؐ انہیں بطور سرپرست کچھ ضروری سامان دے دیں۔ خانہ داری کے انتظام کے لئے جو کچھ مختصر سا اہتمام حضور ﷺ نے مناسب سمجھا کر دیا جو سونے کو چارپائی اور اذخر گھاس سے بھری توشک اور تکیہ مشکیزہ اور ایک چکی پر مشتمل تھا۔

یہ سارا انتظام حضور ﷺ کو اس لئے کرنا پڑا کہ آپ ﷺ کو ایک الگ گھر بسانا تھا۔ اگر حضرت علیؓ کا پہلے سے کوئی الگ گھر ہوتا تو حضور ﷺ اتنا کچھ نہ کرتے جیسا کہ حضرت ابوالعاصؓ کا گھر پہلے سے موجود تھا اس لئے حضرت زینبؓ کو بیاہنے کے لئے حضور ﷺ نے ایسا کوئی انتظام نہیں کیا۔ سیدنا عثمانؓ کا الگ گھر بھی پہلے سے موجود تھا اس لئے سیدہ رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو بیاہنے میں حضور ﷺ کو ایسے اہتمام کی ضرورت پیش نہ آئی لیکن حضرت علیؓ کی نوعیت قدرے مختلف تھی۔ شادی تک وہ حضور ﷺ کے ساتھ ہی رہتے تھے اور جب ازدواج فاطمہؓ ہوا تو سارا اہتمام از سر نو کرنا پڑا۔ چونکہ حضرت علیؓ کے پاس الگ سے کوئی گھر نہ تھا تو ایک انصاری حارثہ بن نعمانؓ نے اپنا ایک گھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اسی مقصد کے لئے پیش کر دیا۔

یہاں مذکورہ سامان کے جہیز (مروجہ اصطلاحی معنوں میں) نہ ہونے کی ایک بھی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خانہ داری کا جو سامان مہیا فرمایا تھا وہ حضرت علیؓ سے پیشگی وصول کردہ حق مہر ہی کے ذریعہ تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے پاس ایک خطمیہ زرہ تھی جو حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ فروخت کی اور رقم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی اور اسی حق مہر سے مذکورہ سامان مہیا کیا گیا۔

غور فرمایئے کہ کیا مسلمانوں میں جہیز کی رسم کا ایسا ہی انداز ہے؟ اگر سنت نبوی ﷺ کی اتباع مقصود ہو تو اس کے قریب تر یہ عمل ہے کہ لڑکی کے والدین جو حق مہر وصول کریں اس میں سے خانہ داری کا ضروری سامان تیار کیا جائے۔

یہاں ایک اہم نکتہ کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت فاطمہ ؓ کے خانہ داری سامان کے لئے (جو انتہائی سادہ تھا) پر جہیز کا اطلاق کیسے ہوا اور اسے مروجہ جہیز کی بنیاد کیسے ٹھہرایا گیا؟ اصل میں روایت کی ان الفاظ سے اشتباہ ہوا کہ جهز رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فاطمه في خميل وقربه و وسادة ادم حشوها اذخر آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ کو ایک چادر، ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ مہیا فرمایا جس میں اذخر گھاس بھری تھی۔

یہاں جھز کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی سامان تیار کرنا، مہیا کرنا وہ تیاری سامان کسی بھی مسافر یا میت یا دلہن یا کسی کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

مثلاً "سورۃ یوسف میں لکھا ہے۔ فلما جهزهم بجهازهم پھر جب یوسف (علیہ السلام) نے ان کا سامان تیار کر دیا۔

یہاں کسی نے یہ معنی نہیں کیا اور نہ ہی درست ہے کہ "جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو جہیز دیا۔ اسی طرح ہم "میت کی تجہیز" کا لفظ بولتے ہیں۔ اس سے کون عقلمند یہ مراد لے سکتا ہے کہ "میت کا جہیز"

غلط فہمی کی ابتداء یوں ہوئی کہ مذکورہ روایت کا اردو ترجمہ کسی وقت سے "جہیز دینا" کر لئے گئے اور پھر بعض حضرات کو یہ سوجھی ہوگی کہ جہیز کی رسم کی سادگی اور آسانی کے لئے اسے سنت رسول قرار دینے کے لئے کہا گیا کہ " دیکھو جی۔ آنحضرت ﷺ نے کس سادگی اور مختصر جہیز میں سیدۃ نساء اہل الجنتہ کی شادی کرائی تو کیوں نہ ہم مسلمان بھی اپنے نبی ﷺ کی اتباع میں سادگی اپنائیں۔ کیا ان مستدلات کے سلسلے میں یہ نہ سوچا گیا کہ یہ معنی نہ تو لغت کے مطابق ہے نہ ہی حضرت فاطمہ ؓ کی دوسری بہنوں یا امہات المومنین یا صحابہ کے طرز عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے بلکہ اس طرح مسلمانوں کے ایک غیر اسلامی اور مسرفانہ طرز عمل کو حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

اہل قلم اور تمام سوشل اداروں کو چاہئے کہ وہ جہیز کے غلط تصور اور اس قماش کی دوسری مضر رسوم کے خلاف جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر کام کریں اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک ان رسوم بد کا قلع قمع نہ ہو جائے اور اگر ہم نے مروجہ رسوم کی اصلاح نہ کیں تو ہمارا مذہب خود ساختہ رسومات کا مجموعہ بن جائے گا اور نبی ﷺ کی اصل تعلیمات او جھل ہو جائیں گی۔

(بحوالہ ماہنامہ العصر)

رحمت خداوندی

(سید قیصر شاہ بخاری)

مولیٰ کریم کا ذاتی اسم اللہ ہے' باقی تمام اسماء صفاتی ہیں بعض اسماء صفاتی کا تعلق محض ذات سبحانہ سے ہے۔ مخلوق سے انکا کوئی واسطہ نہیں۔ مثلاً "قدوس تو اس کا مرجع ذات پاک ہی کی طرف ہے یعنی اس کا تعلق محض ذات سبحانہ سے وابستہ ہے' مخلوق سے ہرگز نہیں اور بعض صفات فعلیہ ہیں جن کا فعل خاص طور پر مخلوق سے وابستہ ہے' ذات سبحانہ سے کسی صورت میں بھی روا نہیں ہو سکتا۔

سورہ فاتحہ میں اس ذات پاک نے اپنی صفات بالفعل رحمن اور رحیم کا ذکر فرمایا ہے جن کا تعلق مخلوق کے ساتھ وابستہ ہے یعنی بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا اپنی مخلوق کے ساتھ۔

مولیٰ کریم کا معاملہ انسان کے ساتھ خاص ہے اور اس ذات سبحانہ وتعالیٰ کا رحمن اور رحیم ہونا جسمانی اور روحانی دونوں صورتوں میں ظہور پذیر ہے۔ سب سے پہلی اور بڑی مہربانی یہ ہے کہ ہمیں انسان بنایا۔ ورنہ اگر گدھا' کتا' چوپایا بنا دیتے تو ہم کیا کر سکتے تھے؟

احسن تقویم بنایا۔ بمصداق فالھمھا فجورھا وتقوھا برائی اور بھلائی کی سمجھ عطا فرمائی ان علینا للھدی کے مطابق ہدایت کا دینا اپنے ذمہ پر لیا اور بمصداق وما ارسلنک الا رحمہ للعلمین حضور اکرم ﷺ کو تمام جہانوں میں ہمیشہ کے لئے سب سے بڑی رحمت بنا کر بھیجا۔ اس رحمت کے تصرف سے ہمیں گمراہی سے بچا کر اپنی اصل توحید اور صراط المستقیم پر چلنے کے لئے راہنمائی فرمائی۔ بلکہ تمام عالموں یعنی عالم موجودات' محسوسات' معلومات اور معروفات میں اپنی خاص رحمت سے مستفیض فرما کر عالم امر کی حقیقت ہم پر آشکار فرما دی اور بعض کو مقرب کا' بعض کو اپنی خاص رحمت سے ما زاغ البصر وما طغی کے ماتحت اپنے وصل کا راستہ دکھا کر بہ طفیل حبیب اکرم ﷺ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کے مطابق اپنا محبوب بنا لیا۔ یہ سب اس ذات پاک کی مہربانی اور رحمن و رحیم کی صفت کا ظہور ہے۔ جسمانی صورت میں رحمتی وسعت کل شی کے مطابق اس ذات پاک کی مہربانی تمام چیزوں کے ساتھ شامل ہے۔ پہلی روحانی نعمتیں خاص ہیں اور یہ عام باوجود نافرمانیوں کے وہ ذات پاک کی نعمات کا بمصداق ان تعدوا نعمہ

اللہ لا تحصوھا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ آنکھ ایسی نعمت ہے کہ اس کا شکر عمر بھر بھی انسان کرے تو ادا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بغیر دنیا کی کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتا کان نہ ہوں تو کسی سے علم حاصل نہیں کر سکتا۔ دانتوں اور زبان کے بغیر کوئی چیز نہیں کھا سکتا اور اگر کھا بھی لے تو معدہ میں جا کر صحیح طور پر ہضم نہیں ہو سکتی۔ المختصر ایک ایک نعمت جو اس رحمن و رحیم نے عطا فرمائی اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ انسان کے شرک اور کفر کے ارتکاب کے باوجود اللہ رب العزت اپنی صفت رحمٰن کا تصرف برابر جاری رکھتے ہیں اور کسی طرح سے بھی اس میں کمی نہیں فرماتے۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت شیخ ذوالنون مصریؒ کسی ندی کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک بڑا سا بچھو جنگل سے ندی کی طرف دوڑتا چلا آ رہا ہے جب وہ کنارے پر پہنچا تو معاً ایک مینڈک پانی سے باہر نکل پڑا اور بچھو اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ مینڈک ندی کو عبور کرتا ہوا دوسرے کنارے پر پہنچا اور بچھو خشکی پر اتر کر آگے چل دیا۔ شیخ صاحب نے تعجب سے دیکھ کر خیال فرمایا کہ یہ واقعہ خالی از حکمت نہیں چنانچہ آپ بھی پانی سے نکل کر بچھو کے پیچھے پیچھے ہو لئے حتیٰ کہ وہ بچھو ایک سایہ دار درخت کے پاس پہنچا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مرد جوان درخت کے سایہ میں بے خبر سو رہا ہے اور ایک اژدہا جو اس کے ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اس کی طرف آ رہا ہے۔ چنانچہ سانپ ابھی اس کے پاس پہنچنے نہ پایا تھا کہ بچھو ادھر سے جا پہنچا اور سانپ کے سر پر ایسا نیش مارا کہ سانپ فوراً مر گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر بچھو واپس ہوا اور حضرت ذوالنون بھی اس کے تعاقب میں چلے چنانچہ اسی ندی کے کنارے پہنچے اور مینڈک نے بدستور سابق بچھو کو پیٹھ پر سوار کر کے دوسرے کنارے پہنچا دیا۔ حضرت ذوالنون نے خیال کیا کہ غالباً وہ جوان اولیاء اللہ سے ہے۔ چنانچہ پھر اس درخت کے پاس آئے۔ دیکھا کہ وہ جوان شراب سے بدمست ہے اور شراب کی بدبو اس کے منہ سے آ رہی ہے۔ آپ کو نہایت تعجب ہوا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ ہاتف رحمت نے یہ آواز دی کہ اے ذوالنون! متحیر اور متفکر نہ ہو کہ اگر ہماری حفاظت اور مہربانی کا بدرقہ متقیوں اور معصوموں اور پاکوں ہی کی رعایت کرے تو پھر بدبختوں، بداعمالوں، گنہ گاروں اور عاجزوں کی رعایت کون کرے گا؟ اگر ہمارے عفو کا سیلاب بدبختوں کی میل کچیل نہ دھوئے تو اور کون دھوئے گا؟ اگر ہماری رحمت کا دریا گمراہی کے جنگل کے پیاسوں کی سیرابی نہ کرے تو اور کون کرے گا؟ اور اگر اپنی بخشش کے بادل سے ہدایت کے قطرے غفلت کے جنگل میں سونے والوں پر ہم نہ برسائیں تو اور کون برسائے گا؟

اور اگر ہماری عنایت کی ٹھنڈی ہوا طبیعت اور لالچ کے غرقابوں کو گرداب ہلاکت سے بچا کر توبہ اور انابت کے کنارہ پر نہ لائے تو اور کون لائے گا؟

اس بات سے ذوالنون نہایت خوش ہوئے اور خوشی خوشی ایسے مقبول جوان کے گرد طواف کرنے لگے۔

جب وہ جوان ہوش میں آیا تو شیخ صاحب کو دیکھ کر نہایت شرمندہ ہوا اور عرض کیا اے میدان دین کے شہسوار آپ اس گنہ گار شرمسار کے پاس کیونکر آ گئے؟ شیخ صاحب نے اپنے آنے کا من و عن حال بیان کیا۔ اس جوان نے جب اس پارسا کی زبان سے یہ حال سنا تو نعرہ مارا اور دھم سے زمین پر گر پڑا۔ کپڑے پھاڑ ڈالے اور زار و قطار رونے لگا۔ جنگل کی راہ لی اور اپنی باقی عمر کو عبادت اور یاد الٰہی میں گزار دیا۔

میرے مولیٰ کریم کے کام نہایت ہی عجیب ہیں۔ اگر اس کی نظر عنایت ہو تو طرفۃ العین میں نہال کر دے اور سوکھی ٹہنیوں کو ہرا بھرا اور مالا مال کر دے، چوروں اور بدکاروں کو قطب اور ابدال بنا دے۔ ان غریبوں کو جو کہ نان شبینہ کے محتاج ہیں ایک دم میں دو جہان کا شہنشاہ بنا دے۔ الغرض ایسے رحمٰن و رحیم اور کریم ہیں جن کی رحمت اور مہربانی کسی حال میں بھی ہم سے رکی ہوئی نہیں بلکہ اپنے رحم و کرم سے ہمارے بال بال پر نعمات کی بارش برسا رہے ہیں اور ہم اتنی رحمتوں کے باوجود ناشکری میں گرفتار ہیں۔ ہوش کرنی چاہئے اور اس کی رحمت کا معائنہ چشم بصیرت سے کر کے اس ذات پاک سے شکر کی توفیق مانگ کر ہر حال میں ناشکری سے متنفر اور بیزار ہو کر اس کے شکر کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ وقت ہوا سے تیز جا رہا ہے اور دنیاوی زندگی کا وقت عنقریب ختم ہونے والا ہے۔ خدا کرے کہ ہمیں اپنے مولیٰ کریم کے سامنے ناشکروں میں سے ہو کر شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ خداوند تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کے فرمان پاک پر دل و جان سے عمل پیرا ہو تاکہ اپنے آقا و مولیٰ کے دربار میں باعزت حاضر ہو کر ہمیشہ کی شادمانی سے سرفراز ہوں۔ آمین

(ماخوذ از "انشراح الصدور بتذکرۃ النور")
(سوانح حیات حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری)

پیمائش (ارض) کے راز

(ڈاکٹر بلوک نور باقی)

رب السموت والارض وما بینھما ورب المشارق ○ (الصفت ۳۷)

ترجمہ! "وہ زمین اور آسمانوں کا اور تمام ان چیزوں کا مالک ہے جو زمین و آسمان میں ہیں اور سارے مشرقوں کا مالک ہے۔ (الصفت 37)

سورۃ الصفت کی شروع کی آیات میں کائنات' انسان' فضا (کرہ باد) اور ملائکہ کے بارے میں قرآنی نظریات بیان کئے گئے ہیں۔ آیت زیر مطالعہ کو سمجھنے کے لئے پہلے اس کے سیاق و سباق پر غور کرنا چاہیے۔ آیت کے شروع میں اعلان کیا گیا ہے کہ صرف اللہ ہی معبود ہے آسمانوں کا' زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے۔ ہمارے محدود علم کے اندر اللہ کی ربوبیت کا اظہار کیا گیا ہے چونکہ زمین آسمان اور جو کچھ انکے درمیان ہے کا ذکر کیا گیا ہے تو ایک مخصوص حقیقت اور فضا کے متعلق علم کے تسلسل کا ہی بیان مقصود ہے۔ لیکن آیت یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ یہاں ایک نئے نظریئے کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ جب کہا گیا کہ "وہ (اللہ) سارے مشرقوں کا مالک ہے" چنانچہ زمین آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس کے علاوہ اب ہمارے پاس مشرقین کا نظریہ بھی ہے عربی میں جمع کا صیغہ تین یا اس سے زیادہ چیزوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ کم از کم تین مشرقین یا ان سے زیادہ کا مالک ہے۔ یہ آیت کس قسم کا سائنسی نظریہ پیش کر رہی ہے؟ یہ دیکھنے سے قبل ہمیں سائنس کے بنیادی حقائق کو ذہن میں لانا چاہیے۔

عام طور پر ہم فضا کا تصور تین جہتوں میں لیتے ہیں۔ کسی چیز کا وجود اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کتنی جگہ گھیرتی ہے اور اس کے نسبت لمبائی چوڑائی اور اونچائی سے کیا ہے اور اس کا موقع یا جگہ کیا ہے۔

مگر کیا کائنات ان تین جہتوں کے مخصوص مقام پر ہی مشتمل ہے؟ آئن اسٹائن کے نظریہ

اضافیت (جس کے مطابق [illegible]) [illegible] سے

قبل سائنس دانوں کا خیال تھا کہ کائنات تین ابعاد [illegible]

نظریات نے ثابت کیا کہ [illegible]

میں ہے۔ [illegible]

کر سکتی ہیں۔ آئن سٹائن کے نظریے کے مطابق [illegible]

لمبائی کی جہتیں ہیں۔ یہ دوسری جہتیں Dimensions کے ساتھ [illegible]

ادراک اگرچہ صرف تین جہتوں کو ہی دیکھ سکتا ہے [illegible]

نہیں دیکھ سکتے۔ [illegible] ایک دوسرے [illegible] دیکھ سکتے ہیں جیسے

کہ ایک فوٹو گرافی کا کارٹون نظر آتا ہے۔

علم فزکس کے اس اہم پہلو سے ہمیں [illegible] سے الگ طریقے سے یہ

پتہ لگانے کہ جس طرح کہ ہم اپنے [illegible] کرتے ہیں۔ اسی [illegible] ایک

خاص سمت میں حرکت کی رفتار مختلف ہوگی جبکہ مختلف ہوتا ہے [illegible] اسی

طرح مفہوم میں ایک نقطہ پر مرکوز ہونے کے طریقے Convergence اور [illegible]

Regression بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن [illegible] کی تشریح

کی تشریح کرتا ہے۔ ان کو تصور میں لانے کے لئے ہونے کے حقیقی [illegible]

جتنی ThreeDimensions والے نظام کی وجہ سے ہے۔

اس سائنسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے اب ہم دوبارہ اس آیت کریمہ کے آخری حصہ کی

طرف آتے ہیں۔ "وہ (اللہ) سارے مشرقوں کا مالک ہے"۔ یہ حقیقت ہے کہ مشرق ایک سمت کا

بیان ہے یہ ایک پیمائش ہے۔ یہ تعریف اس وقت سامنے آئی جب بحری جہاز سورج کے متعلق

حقائق ڈھونڈنے جاتے تھے جیسا کہ لفظ مشرق یا سمت بھی مشرق کی نسبت سے اسی سمت کو

ظاہر کرتا ہے۔ جو کہ بحری پیمائش ہے۔ اگرچہ قرآن میں دوسری جگہوں پر رب المشرقین و رب

المغربین کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں مگر اس آیت کریمہ میں صرف رب المشرقین کا ذکر ہے۔ اس

لئے اس پر تفصیلی غور و فکر کی ضرورت ہے۔

اصل نقطہ یہ ہے کہ مشرقین کا ذکر کچھ سمتوں کے سلسلوں کے بارے میں ہے جو یہاں کی موجودات سے جنہیں ہم زمین اور آسمان کہتے ہیں، مختلف ہیں۔ اس آیت کے توسط سے اللہ تعالیٰ ہماری توجہ ان دنیاؤں کی طرف دلا رہا ہے جن کی سمتیں اور پیمائشیں ان سے مختلف اور جدا ہیں جو ہم اس دنیا میں جانتے ہیں۔ ایک طرح سے اللہ تعالیٰ یہ کہتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ "میں مشرقین کا رب ہوں"۔ تاکہ وہ لامحدود پیمائشوں اور فاصلوں کو بیان کرے جن کے متعلق موجودہ دور کی فزکس نے ابھی حال ہی میں کچھ دریافتیں کی ہیں۔ مگر صرف مشرقین ہی کیوں؟ اس لئے کہ پیمائش کی تعریف یا تشریح میں مشرق پہلے آتا ہے جب کہ مغرب تو مشرقی پیمائشوں کی مخالف سمت میں ایک وسعت پر بڑھاؤ ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیت غیر محدود قالب یا سانچے میں ہزاروں فضاؤں اور دنیاؤں کی کھلی نشاندہی کرتی ہے۔

"مشارق" کے لفظ کے بالواسطہ معنی "پیدائش" کا مفہوم بھی ظاہر ہوتا ہے جو ایک مختلف سائنسی حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔ مشرق جو کہ سورج کے طلوع کی سمت ہے اس طرف اشارہ کرتی ہے جس طرف زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ تو اس طرح تو ہم ایک مشرق دیکھتے ہیں یا یہ کائنات کی ایک ہی حرکت ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہے

جب کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے تو اسی وقت سورج بھی اپنے دوسرے ستاروں کے ساتھ ستاروں کی ثریا کے گرد چکر کاٹ رہا ہے۔ ستاروں کی یہ ثریا پھر مزید عظیم تر ثریا کے مرکزی محور کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ اس مفہوم میں ہم تین مختلف مشرقین کی بات کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔

رب المشرقین میں یہ معنی پنہاں ہیں جو کائنات کے متعلق ان انتہائی دلچسپ حقائق کو پوری طرح ثابت کرتے ہیں جہاں رب العالمین کہتا ہے "ہم بہت سارے مشرقوں کے مالک ہیں" یہ حقیقت کہ اس آیت سے مغرب مشرق کا جانشین نہیں بنتا اس کی تصدیق ہے۔ ہم آئندہ آیات کی تشریح کے سلسلے میں دیکھیں گے کہ ایسے بہت سے بیانات ہیں جن میں زمین کے گھومنے کا ذکر ہے

اس رو سے مشرق زمین کے گھومنے سے متعلق ہے جس کو نتیجے کے مختلف میں استعمال کیا گیا ہے
یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زمین کے گھومنے کی وجہ سے ہی مختلف مشرق بنتے ہیں۔

اگر ہم آیت کو مشہور سمت کے لحاظ سے بھی دیکھیں تو ہر مشرق دوسرے کی نسبت سے مختلف ہو گا۔ ترکی کا مشرق عراق کی نسبت سے ان کے مشرق میں ہے جب کہ ترکی کا مشرق درحقیقت ایران کا مغرب ہے اس لئے مشرق کا نظریہ ہر ملک کے لحاظ سے مختلف ہے اور یہ نظریات مشرقین کا مجموعی تصور پیدا کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ایک آیت میں آگے چل کر بیان کے سبب سے تخلیق کی گئی ہے۔

آیئے اب اس آیت کریمہ کو دوبارہ دیکھیں تاکہ اس کے مفہومات زیادہ بہتر طور پر واضح ہو سکیں "وہ زمین اور آسمانوں اور تمام ان چیزوں کا مالک ہے جو زمین اور آسمانوں کے درمیان ہیں۔ وہ سارے مشرقوں کا مالک ہے" مفسرین آسمانوں تو ہم اکثر آیات میں دیکھیں گے کہ تمام مشترکہ ہیں۔ مگر یہ ارشاد "جو زمین اور آسمانوں کے درمیان ہے" کیا چیز بیان فرماتا ہے؟ یہ تو حقیقت ہے کہ شہاب ثاقب، ستارے، فرشتے اور بہت سی نامعلوم مخلوق آسمان کی مختلف سطحوں پر موجود ہیں مگر ہم یہاں اس خیال تک محدود رہتے ہیں یہ وہ غیر مرئی شعاعیں ہیں جو مادہ اور توانائی کی تشکیل میں مدد دیتی ہیں۔ یہ شعاعیں کچھ عرصہ قبل ایک ہی جسم یعنی اصلی شعاعیں جو مادہ اور توانائی کے ساتھ جانی جاتی تھیں۔ لیکن آج کل کی نئی فزکس کے علم کی رو سے ان کے مختلف نام اور قسمیں ہیں جن کا تعلق گلیوان "بریان" "پیشان" اور "کوارکز" کی تقسیم کی بنیاد پر ہے یہ سب مادہ اور توانائی کے دراصل جوہری Subatoms کے مرکب ہیں۔ اس ارشاد "وہ مالک ہے ان تمام چیزوں کا جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں" کی رو سے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ یہ تمام توانائی کے ٹکڑے اور شعاعیں ایک وسیع مادی نظام کی تشکیل صرف اس نقطہ نظر سے کرتی ہیں کہ یہ تمام اللہ کی ملکیت ہیں۔ جدید فزکس کے علم کی رو سے یہ نہ سمجھ آنے والی توانائیاں اور شعاعیں کائنات کی تباہی کا باعث نظر آتی ہیں۔ لیکن اس نظریہ کے خلاف یہ آیت مبارکہ ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں یہ چیزیں ایک عظیم الشان مادی قوانین کا باعث ہیں۔

خدائی فوجدار

(شاہ بلیغ الدین)

یہاں شمالی امریکہ میں اللہ تعالیٰ کے کچھ نیک بندوں کو عالمی ضمیر کی تلاش ہے۔ وہاں کسی صاحب کو اس کا اتا پتہ مل جائے تو اسے ڈھونڈ کر مقامی عجائب گھر میں محفوظ کروا دیجئے۔

کینیڈا کے سب سے بڑے شہر ٹورنٹو میں کچھ مظاہرے ہوئے ہیں کہ وہ کوسوا پر نیٹو کے ہوائی حملے ہلاکت خیز اور انسانیت سوز ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھوں پر تعصبات کی عینک چڑھی ہوئی ہے۔ جو مظالم کوسوا اور البانیہ کے دوسرے علاقوں میں ہو رہے ہیں ان سے بڑھ کر انسانیت سوز مظالم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نسلی تطہیر کے نام پر مسلمانوں کی نسل کشی' اجتماعی قبروں میں اٹھا کر انہیں پھینک دینا' دودھ پیتے بچوں کو سنگینوں سے اچھال دینا' ان کی رگوں کا خون نچوڑ کر کوؤں اور گدوں کے لئے ان کی نعشیں پھینک دینا' عورتوں سے وحشیانہ سلوک' یہ دہشت و بربریت کی ایسی باتیں ہیں کہ جن کا ذکر چنگیز اور ہلاکو کی داستانوں میں بھی نہیں ملتا۔

نیٹو کی فوج کے تین سپاہی پکڑے گئے ہیں تو امریکہ کے وہائٹ ہاؤس میں زلزلہ آگیا ہے۔ ان کی قیمتی جانوں کے بچانے کے لئے دنیا بھر کی باتیں ہو رہی ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے پانچ لاکھ البانوی مسلمان گھر سے بے گھر ہوئے' بھوکے پیاسے مرگئے تمہیں اس وقت احساس نہیں ہوا؟ کوئی اندازہ ہے کہ بلقان کے آس پاس کے علاقوں میں کتنے مسلمان شہید ہوئے؟ یہ تعداد بتاتے ہوئے رپورٹر ہچکچاتے ہیں۔ لیکن یہاں اندازے لگائے گئے ہیں کہ دو لاکھ سے زیادہ اللہ کے بندے شہید ہوئے۔ صرف اس لئے کہ وہ دین حق کے پیروکار تھے۔ ورنہ ان کا تمدن' ان کی صورت شکل' ان کی عادات و اطوار ان کی زبان وہی ہے جو کوسوا کے باشندوں کی' سارا بیر ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ہے۔ ترکی مرد بیمار بنا تو یہ صورت پیدا ہوئی۔

ورنہ ترکان عثمانی بھی عظیم الشان مملکت میں بلقان کے آس پاس کے کتنے علاقے شامل کئے گئے تھے۔ ترکوں نے بھی یہاں سکونت اختیار کرلی تھی۔

یہ مغرب کے مہذب باشندے جو پاکستان میں اسلامی سزاؤں کا ذکر سن کر انسانیت دوستی کے غم سے نڈھال ہو جاتے ہیں 'کیڈاک کی مسجد میں البانوی مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر اس طرح ٹوٹ کر ان پر گرے ہیں کہ نمازیوں میں سے ایک شخص بھی ان کی دہشت گردی سے بچ نہ سکا۔ خونی بھڑیئے خون پینے سے نہیں تھکتے۔ وہ ہسپانیہ کی مسلم کش تحریک پر البانیہ میں عمل کرنا عیسائیوں کا ایمان سمجھتے ہیں۔ ستم در ستم یہ کہ کوسووا کے خونی بھیڑیئے برسا برس سے کیمونسٹ بن کر دین 'مذہب 'اللہ' رسول کسی کو نہیں مانتے۔ مگر واہ رے نسل پرستو! مسلمانوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتارنا تم اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہو' ہٹلر بے شک ظالم تھا' یہودیوں کو اس نے اپنے ملک سے نکال باہر کیا لیکن سربوں کے صلیبی ٹولے نے تو دنیا کے ہر ظالم کو مات کر دیا۔ البانوی مسلمانوں نے اپنے علاقے میں آزادی حاصل کی۔ تو یہ بات سربوں سے برداشت نہ ہو سکی۔ ہر حیلے ہر بہانے وہ عزرائیل کی طرح انکے علاقوں پر منڈلاتے رہتے ہیں۔ ان کی فوجوں کے گوریلے اچانک مسلم علاقوں میں دکانوں اور دفتروں میں گھس آتے ہیں اور معصوم بے گناہ نہتے مسلمانوں کے کلیجے آتش و بارود سے چھلنی کر دیتے ہیں۔ نہ اس کا دکھ ایمنسٹی کے ادارے کو ہوتا ہے' نہ یو این او کو' نہ دنیا کے سب سے بڑے خدائی فوجدار صدر کلنٹن کو ہوتا ہے۔

عالمی ضمیر کی تلاش میں سرگرداں دانشوروں کو دیکھو۔ یہ امریکہ کی کیسی ڈپلومیسی ہے کہ مارنیوالے کو کھلی چھوٹ دیتے ہیں اور خود دنیا کو بتاتے ہیں کہ اب ہم حملہ کریں گے۔ لیکن اپنے حملوں کو پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اس وقت تک روکے رکھتے ہیں جب تک یہ خفیہ سگنل نہیں مل جاتا کہ سربی بھیڑیئے مسلمانوں کی بستیوں کی بستیاں اجاڑ چکے ہیں۔ جب مسلم شہر ویران ہو جاتے ہیں تو وہاں نیٹو کی فوج حرکت میں آتی ہے۔

مسلم مہاجرین کے قافلے سینکڑوں افراد پر مشتمل سڑکوں پر چلتے چلتے ایسے غائب کر دیئے جاتے ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ جب تک پورے قافلے کی اجتماعی قبر ڈھانپ نہیں دی جاتی اس وقت تک نیٹو کی فوج وہاں نہیں پہنچتی۔ واہ رے نیٹو کی فوج کیا کچھ انسانیت کی حفاظت کر رہی ہے۔ یہ اس کا اندرونی حال ہے۔ جو قافلے بچ گئے' انہیں واپس لے جانے کے لئے بڑی مستعدی دکھائی جا رہی ہے۔ بظاہر بڑا انسان دوستی کا فعل نظر آتا ہے مگر سب یہی کہتے ہیں کہ سرب بھیڑئے ان کے دوبارہ آباد ہوتے ہی اپنی کلاشنکوف لے کر نکل آئیں گے اور مسلم سرزمین پر مسلمانوں کے خون سے دریا بہادیں گے۔

مسلم دنیا سے ہمدردی جتانے کے لئے شاہ حسین کی وفات پر کلنٹن صاحب امریکہ کے سابق صدر فورڈ اور جمی کارٹر کو لیکر اردن پہنچ گئے تھے۔ انہیں دو ارب روپے کی مدد بھی دی لیکن البانوی مسلمانوں کا مسئلہ حل کرنے کلنٹن صاحب آج تک نہ نکل سکے۔ انکا انسانیت کا درد کہاں گیا۔

گنیز کی ریکارڈ بک میں ٹرومین صاحب کا نام صفحہ اول پر آنا چاہئے۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر انسانیت کی تاریخ کے سب سے بھیانک اور سب سے تباہ کن ظلم کا ریکارڈ انہی کے دم سے وابستہ ہے۔ یہ گرگ باراں دیدہ دنیا کو سنوارنے نکلے ہیں۔ کونسا اسلامی ملک ہے جس میں ان کی خفیہ تنظیمیں کام نہیں کرتیں؟ جہاں دہشت گردی ہوتی ہے اس کی غبار سے یہی انسانیت کے علمبردار چہرے چھپائے نکل آتے ہیں۔ پاکستان کو دولخت کرنے کے لئے میر جعفر اور میر صادق کو کس نے ڈھونڈا؟ پھر اقتدار کے سنگھاسن پر اپنے وفاداروں کو بٹھا کر لوٹ کھسوٹ' اندھیر نگری اور چوپٹ راج کا منظر کس نے دکھلایا؟

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

(مطبوعہ نوائے وقت 99-4-27)

اپنی نیکیوں پر مغرور نہ ہونے کی تلقین

(عتیق الرحمن)

حضرت قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ارشاد فرمایا "تیرا اپنی نیکیوں پر اترانا' ان نیکیوں کو اپنے نفس سے منسوب کرنا اور خلق میں اپنی راست بازی پر فخر کرتے پھرنا صریحاً" شرک اور گمراہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صراط مستقیم پر گامزن ہونے اور نیکیوں کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی تائید و توفیق اور فضل و کرم سے ہے اس کے برعکس اگر کوئی شخص شرک و کفر اور طرح طرح کے گناہوں سے بچتا ہے۔ تو پھر وہ بھی سراسر اللہ کی امداد و اعانت اور تائید و نصرت سے ہے۔ پس تو اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق اور نصرت و اعانت کا اعتراف کرنے میں بخل و تامل سے کیوں کام لیتا ہے اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کو محض اپنے نفس کی طرف کیوں منسوب کرتا ہے۔ حالانکہ بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء اور اولیاء اللہ بھی ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے محفوظ رہنے کی توفیق صرف اللہ کی تائید و نصرت سے ہے۔ پس تجھے چاہئے کہ حسب کلام اللہ تقویٰ کو تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھے لیکن بدی اور گناہ کو اپنے نفس امارہ کی جانب سے منسوب کرے کیونکہ معاصی کا محرک و منبع وہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا نیک عمل کرو اور نیک عملوں کی توفیق اللہ تعالیٰ سے چاہو گناہوں سے بچنے کے لئے نفس امارہ کو مغلوب کرو۔ اپنے پروردگار کی قربت چاہو اور اللہ کے بن جاؤ۔ (ماخوذ فتوح الغیب)

نبی آخری الزمان کی صداقت (ویدوں سے ثابت)

مولانا شمس نوید صاحب عثمانی

ویدک دھرم میں توحید

ہندو مذہب کا عقیدہ توحید

عقیدہ توحید کو ویدوں میں دیکھنے سے پہلے چند مشہور ہندو مصنفین کے اس سلسلہ میں کچھ حوالے دیکھ لیجئے۔

"رشیوں نے مورتی پوجا کا طریقہ رائج کیا تا کہ وہ اس مورتی کو ذریعہ بنا کر اس لامحدود ہستی کو جسمانی شکل میں اپنے سامنے دیکھ سکیں۔

"صرف ایک سب سے طاقتور خدا کو اپنا مالک مانتے ہوئے خود غرضی اور گھمنڈ چھوڑ کر خلوص اور جذبہ اور سچے پیار کے ساتھ لگاتار تفکر کرنا ہی ایسی عبادت ہے جو بدکاری سے پاک ہے"

"ذرا سوچو تو محبت کرنے والی بیوی کا ایک ہی شوہر ہوتا ہے اس لئے جو پرستار ایمان رکھتا ہے اس کا ایک ہی خدا ہے۔ دوسرے خداؤں کا ساتھ ہرگز نہ ڈھونڈو' دوسرے خداؤں کا نام لینا بدکاری ہے"

اب ملاحظہ فرمائیں ہندو مذہبی کتب کے سینکڑوں ثبوتوں میں سے چند حوالے جن کی بنیاد پر ہم یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اصل ہندو مذہب ایک خدا کا تصور بالکل اسی انداز میں دیتا ہے جیسے اسلام نے پیش کیا ہے۔ ہندو ویدانت کا' برہم سوتر' یعنی کلمہ خدا مندرجہ ذیل ہے "ایکم برہم دوتیہ' ناستے' نہیہ' نا' ناستے کنچن" (ایک ہی خدا ہے دوسرا نہیں ہے۔ نہیں ہے نہیں ذرا سا بھی نہیں ہے) ویدانت ہی میں خدا کے لئے کہا گیا ہے "ایکم ایوم ادویتم" (وہ ایک ہی ہے دوسرے کی شرکت کے بغیر)

"وہ تمام جاندار اور بے جان دنیا کا بڑی شان و شوکت کے ساتھ اکیلا حکمراں ہے۔ وہ جو انسانوں اور جانوروں کا رب ہے (اسے چھوڑ کر) ہم کس خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے ہیں؟"

"اسی سے آسمانوں میں مضبوطی اور زمین میں استحکام ہے اسی کی وجہ سے اجالوں کی بادشاہت ہے اور آسمان محراب (کی شکل) میں ٹکا ہوا ہے فضا کے پیمانے بھی اسی کے لئے ہیں (اسے چھوڑ کر) ہم کس خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے ہیں"

"اس ہستی کی کوئی مورتی یا تصویر نہیں اس کا نام ہی سراپا حمد ہے"

"جو لوگ باطل وجود والے دیوی' دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں وہ (جہالت کے) اندھا کر دینے والے گہرے اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں" "خدا کے سوا کسی کو مت پوجو" "وہ ایک ہی ہے اسی کی عبادت کرو" "وہ ایک ہی بہترین پرستش اور بندگی کئے جانے کے قابل ہے۔ رب ہے" "ایشور ہی اول ہے اور تمام مخلوقات کا اکیلا مالک ہے' وہ زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے' اسے چھوڑ کر تم کون سے خدا کو پوج رہے ہو؟

ہندو مذہب میں جتنے خداؤں کے نام لئے جاتے ہیں وہ دراصل ایک خدا کے صفاتی نام ہیں۔ اسی کا نام برہما ہے' اسی کا نام وشنو' وہی اندر کہلایا' اسی کا نام سرسوتی ہے اس کا ثبوت ویدوں ہی سے ملتا ہے۔

"اے اگنی (خدائے واحد) تم ہی نیکوں کی دلی تمنائیں پوری کرنے والے اندر ہو۔ تم ہی عبادت کے قابل ہو۔ تم ہی بہت لوگوں کے قابل تعریف وشنو ہو۔ تم برہما اور برہسپتی ہو"

"اے اگنی (خدائے واحد) تم رودر ہو' تم پشا ہو' آسمانی دنیا کے محافظ شنکر ہو۔ تم ریگستانی امت کی طاقت کا ذریعہ ہو۔ تم رزق دینے والے مجسم نور' ہوا کی طرح ہر جگہ موجود نفع بخشنے والے اور عبادت گزار کے محافظ ہو"

"اے اگنی (خدائے واحد) تم سب سے اول ہو۔ تم بھارتی (نیکوں کا خزانہ) ہو تم اڑا ہو اور تم سرسوتی ہو"

ویدوں کے ان واضح ثبوتوں کے بعد بہت سے ناموں سے پوجے جانے والے الگ الگ دیوتاؤں کا تصور بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ یہ پہلے ہی آچکا ہے کہ اس ایک خدا کی مورت نہیں بن سکتی۔ اب دیکھئے وید بھی صاف صاف بیان کرتے ہیں کہ ان تمام صفاتی ناموں سے عالم لوگ ایک خدا کو پکارتے ہیں۔

(اندر' متر' ورن' اگنی' گرو' یم' وایو' ماتریشوا وغیرہ) ایک ہی طاقت کے مختلف نام ہیں اور اہل بصیرت اور اہل علم نے ایشور کو صفات کی بنیاد پر مختلف ناموں سے پکارا ہے" یہ بالکل وہی قرآنی مضمون ہے۔

"ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں" پھر وید بالکل قرآنی انداز میں کہتے ہیں کہ جن معبودوں کو تم پکار رہے ہو یہ تو خود اپنے ایک خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔

"ایشور ہی روحانی اور جسمانی طاقتیں عطا کرنے والی ہے اور موت کا خاتمہ کرنے والی ہے۔ اس ایشور کو چھوڑ کر تم کسی دیوتا کی عبادت کر رہے ہو"

اور اسی مضمون کو قرآن میں دیکھئے۔

"جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا قریب ترین وسیلہ تلاش کر رہے ہیں اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے خائف ہیں" ایک خدا کا اتنا پاک وصاف تصور ہوتے ہوئے بھی اتنے بہت سے معبود کیوں بنا لئے گئے۔ اس کی مندرجہ ذیل وجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔

۱۔ تحریری شکل میں غیر موجودگی

ویدوں کے انتہائی قدیم اور صرف سینوں میں محفوظ ہونے کی وجہ سے عوام کے لئے ویدوں اور انسانوں کے کلام میں امتیاز کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے ہزاروں سال سے ہر سنی سنائی بات۔ ہر سمجھ میں نہ آنے والی بات پر بنی ہوئی دیو مالا کو دھرم سمجھ لیا گیا۔ حالانکہ صرف 200 سال قبل تحریر کئے گئے ویدوں کی حفاظت کا اب پورا پورا خیال رکھا جا رہا ہے۔ لیکن اکٹھا کرنے والوں نے وید کے نام پر جو کچھ اکٹھا کیا ہے وہ سب اصل وید ہی ہے' اس کا دعویٰ وہ خود بھی نہیں کرتے۔ ویدوں کے مرتبین اور مفسرین کے مختلف بیانات باب نمبر۵ میں ہم دیکھ چکے ہیں تحریف کا اقرار کرتے ہوئے گاندھی جی لکھتے ہیں۔

"شاستروں کے وہ معنی جو سچ کے خلاف ہوں صحیح نہیں ہو سکتے" گاندھی جی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں

"سوال اٹھتا ہے کہ ان اسمرتیوں کا کیا کیا جائے جن میں ایسے اشلوک ہیں جو اچھائی اور ویدک دھرم کے اشلوکوں کے خلاف اور فطرت انسانی کے خلاف ہیں...... میں ہندو بار بار کہتا ہوں کہ دھرم گرنتھوں کے نام پر جو کچھ چھپتا ہے اس میں سبھی کو کلام الٰہی کی شکل میں نہیں لیا جا سکتا"

2۔ غلط ترجمہ یا ترجمانی

ویدوں کا زیادہ تر حصہ چونکہ تمثیلی زبان میں ہے اس لئے اپنی عقل کی روشنی میں ان کا صحیح ترجمہ نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کے آخری مستند اور صحیح کلام قرآن کی روشنی ہی میں ان کا صحیح ترجمہ ممکن ہے اس کی مثال ہم پچھلے صفحات میں اس جگہ دے چکے ہیں، جہاں احمد لفظ کا ویدوں میں ذکر آنے کی ہم نے مثال دی ہے۔

3۔ ہندو عوام کی ویدوں سے دوری

ہندو علماء نے عوام کو ویدوں سے بالکل کاٹ دیا ہے، بہت سی گمراہیاں دور ہو سکتی تھیں اگر عوام ویدوں سے اتنے دور نہ ہو گئے ہوتے۔ مثلاً "بہت سے دیوی، دیوتاؤں کی پرستش ہی کو لیجئے۔ ویدوں میں آیا ہے کہ ایک خدا کو بہت سے ناموں سے پکارا گیا ہے۔ یہ نہ جاننے کی وجہ سے ہندوؤں میں ان سب ناموں کے الگ الگ دیوتا مان لئے گئے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ توحید کا بنیادی عقیدہ بالکل قرآنی بیانات کے انداز میں سناتن دھرم میں موجود ہے۔

ویدک دھرم اور رسالت

اگنی کی طرح برہما کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ برہما یعنی رحمٰن ہندو مذہب میں پیدا کرنے والے خدا کے لئے بھی استعمال ہوا ہے، روح احمد ﷺ کے لئے بھی اور پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کے لئے بھی تینوں مقامات پر صحیح مفہوم کو سمجھنے کے بجائے پیغمبر ہی دیوتا بن گئے اور پیغمبر کی جگہ اوتاروں کا تصور آ گیا اپنے علم کی روشنی میں ان کے شرک کے تصورات کو ہم ان پر واضح کر سکتے تھے لیکن ہمیں شرک کرنے والوں کے شرک کی بنیادوں کا پتہ نہ تھا۔ برہما حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ہری ونش پران میں استعمال ہوا ہے۔

انبیاء کے تذکرے

برہما اپنے جسم کے دو حصے کر کے ایک سے مرد اور دوسرے سے عورت ہوئے اور اس طرح بہت سے جانداروں کی تخلیق ہوئی کسی مسلمان کی نظر پڑے گی وہ فوراً پہچان لے گا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کی پیدائش اور ان دونوں سے پوری نسل انسانی کی افزائش کا ذکر ہے بہر حال اللہ کے صحیح علم کی روشنی میں پرانے علوم کی تطہیر کی یہ چند مثالیں تھیں۔ آپ فی الحال ہندو مذہبی کتب میں رسالت اور رسولوں کے واضح بیانات کی کچھ مثالیں دیکھئے۔

"جب بھی بھلائیاں کم ہو کر گناہ بہت بڑھ جاتے ہیں تو ہری جو تمام خداؤں کا خدا ہے وہ یقیناً" (رہنمائی کے لئے) ایک جان پیدا کرتا ہے" یہ تھا رسولوں کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد۔ اب حضرت نوح علیہ السلام اور

طوفان نوح علیہ السلام سے متعلق چند حوالے ہم نقل کر رہے ہیں۔

".....مختصر یہ کہ ایک مشہور شخصیت جو کہ ہندوؤں کے یہاں بہت مقدس ہے اور جسے وہ مہانوو (MAHANUVU) کے نام سے جانتے ہیں (سیلاب کی) تباہی سے ایک کشتی کے ذریعہ بچ نکلی جس میں سات مشہور رشی سوار تھے۔ مہانوو دو لفظوں مہا اور نوو کا مرکب ہے۔ مہا کے معنی عظیم اور نوو بلاشک وشبہ نوح علیہ السلام ہیں"

"..... عملاً" یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہندوستان اس عظیم سیلاب نوح کے بعد فوراً" آباد ہوا تھا جس نے ساری دنیا کو ویران کر دیا تھا"۔

"مارکنڈیہ پران اور بھاگوت میں اس کا بہت واضح بیان ہے کہ اس حادثہ میں تمام نسل انسانی ختم ہو گئی تھی سوائے سات مشہور عبادت گزار رشیوں کے جن کا میں نے بہت سے مقامات پر ذکر کیا ہے۔ یہ سات رشی ایک کشتی پر بیٹھ کر عالم گیر تباہی سے بچ سکتے تھے۔ اس کشتی کو وشنو خود چلا رہا تھا۔ ایک اور عظیم شخصیت جو بچ جانے والوں میں تھی وہ منو کی تھی۔ جس کو میں نے دوسرے مقامات پر ثابت کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کے سوا کوئی نہیں تھی" (اوپر کے تینوں بیان "Dubois in Hindu Manners, Customs and ceremonies" سے لئے گئے ہیں۔ تب بھگوان منو سے یوں بولے ٹھیک ہے ٹھیک ہے تم نے مجھے اچھی طرح پہنچان لیا ہے۔ اے زمین کے رکھوالے تھوڑے ہی عرصہ میں پہاڑ، جنگل اور کانوں سمیت زمین پانی میں ڈوب جائے گی۔ اس لئے اے زمین کے سردار تمام جانداروں کی حفاظت کرنے کے لئے تمام دیوتاؤں کے ذریعہ اس کشتی کو تعمیر کیا گیا ہے اے وفاشعار ----- جتنے بھی قسم کے جاندار ہیں ان بے سہاروں کو اس کشتی میں چڑھا کر تم ان سب کی حفاظت کرنا"۔(بحوالہ متسیہ پران ادھیائے)

"تب ساتوں سمندر موجزن ہو کر آپس میں جائیں گے اور ان تینوں دنیاؤں کو پوری طرح ایک کر دیں گے۔ اے وفاشعار! اس وقت تم اس وید روپی کشتی کو حاصل کر کے اس پر تمام جانداروں اور بیجوں کو سوار کر دینا"(بحوالہ متسیہ پران ادھیائے)

".... (سیلاب کی) قیامت کے وقت جب اس طرح ساری زمین ایک بحر ذخار میں ڈوب جائے گی اور تمہارے ذریعہ تخلیق کا آغاز ہو گا تب میں ویدوں کی پھر بنیاد ڈالوں گا تب منو بھی وہیں ٹھہر کر بھگوان کی رحمت سے حاصل شدہ عبادت اور ریاضت میں لگے رہے جب تک اس (سیلاب نما) قیامت کی پیشین گوئی کا وقت نہ آ گیا"(بحوالہ متسیہ پران ادھیائے)

یہ تو تھے حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرے۔ اب پنڈت وید پرکاش اپادھیائے کی کتاب سے ہم بھوشیہ پر ان کے کچھ اشلوکوں کے ترجمے نقل کر رہے ہیں جن میں دیگر انبیائے کرام کے واضح تذکرے انکے اصل ناموں کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ "آدم علیہ السلام اور حوا وشنو کی گیلی مٹی سے پیدا ہوئے۔ جنت کے مشرقی حصہ میں پرمیشور کے ذریعہ بنایا گیا خوب صورت چار کوس کے رقبہ کا بہت بڑا جنگل تھا۔ گناہ والے درخت کے نیچے جا کر بیوی کو دیکھنے کی بیتابی سے آدم علیہ السلام حوا کے پاس گئے۔ تبھی سانپ کی شکل بنا کر وہاں فوراً" شیطان نمودار

ہوا۔ اس چالاک دشمن کے ذریعہ آدم اور حوا ٹھگ لئے گئے۔ اور وشنو کے حکم کو توڑ ڈالا اور دنیا کا راستہ دکھانے والے اس پھل کو شوہر نے کھالیا ان دونوں کے ذریعہ گولر کے پتوں سے حوا کی غذا حاصل کی گئی' تب ان دونوں سے بہت سی اولادیں پیدا ہوئیں سب ملیچھ کہے گئے آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس سال ہوئی"۔

"..... اس سے نوح علیہ السلام نامی بیٹا پیدا ہوا۔ اس نے پانچ سو سال تک راج کیا اس کے سیم شام اور بھاؤ تین بیٹے ہوئے۔ وشنو کا بندہ نوح علیہ السلام وحدت الوجود کے دھیان میں محو تھا ایک بار وشنو نے اسے خواب میں بتایا کہ اے پیارے نوح علیہ السلام سنو ساتویں دن حشر برپا ہوگا تم لوگوں کے ساتھ کشتی میں فوراً بیٹھ جانا۔ اے اندر کے بھگت اپنی جان بچاؤ تم سربلند ہوگے۔ اسی طرح مان کر اس بزرگ ہستی نے تین سو ہاتھ لمبی پچاس ہاتھ چوڑی اور تین ہزار ہاتھ گہری خوبصورت کشتی ایجاد کی۔ سبھی جانداروں کے جوڑوں اور اپنے اہل خاندان کے ساتھ سوار ہو کر وشنو کے دھیان میں محو ہو گیا۔ چالیس دن تک زبردست بارش ہوئی بھارت ورش پانی سے ڈوب گیا اور چار سمندر مل گئے اور بیکراں ہو گئے۔۔۔۔ اللہ والا برگزیدہ نوح علیہ السلام اپنے اہل خاندان کے ساتھ طوفان ختم ہونے پر وہاں رہنے لگا نوح علیہ السلام کے بیٹے سام' حام اور یاقوت سے مشہور ہوئے۔ اس کے بیٹے تین ابراہیم' نہور اور ہارن اس طرح ملیچھ نسل کے سردار ہوں گے۔

"ایک مرتبہ شکا دیش ہمالیہ سے آگے موڑ دیش گئے۔ وہاں پہاڑوں کے درمیان اس راجہ نے سفید پوش گورے رنگت والے معزز شخص کو دیکھا۔ خوش ہو کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا میں عیسیٰ ہوں' کنواری ماں سے پیدا ہوا ہوں۔ میں سچائی کی تعلیم دینے والے ملیچھ دھرم کی تعلیم دیتا ہوں' یہ سن کر راجا نے پوچھا" دھرم کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہیں" یہ سن کر عیسیٰ مسیح بولے "سچائی کے زوال پذیر ہونے اور ملیچھ دیش کے حقانیت سے دور ہو جانے پر میں مسیح یہاں آیا ہوں۔ اے راجا میرے ذریعہ ملیچھوں میں قائم کئے ہوئے دین کی بات سنو اشنان کر دیا نہیں' دل کو موم کر کے خدا کی عبادت کرو۔ انصاف اور سچائی کے ساتھ دل کو یکسو کر کے انسان آسمانی خدا کی دھیان سے عبادت کرے۔ یہ خدا لازوال ہے۔ ایشور کی پاک اور نفع بخش اصل مورتی اس طرح روزانہ دل کے اندر حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے عیسیٰ مسیح میرا نام ہے۔ یہ سن کر راجا وہیں عیسیٰ مسیح کا معتقد ہو گیا۔

"اسی دوران اپنے پیروؤں کے ساتھ محمد نامی مقدس ﷺ وہاں آئیں گے۔ راجا بھوج ان سے کہے گا" اے ریگستان کے باشندے شیطان کو شکست دینے والے' معجزوں کے مالک' برائیوں سے پاک وصاف' برحق' باخبر اور خدا کے عشق و معرفت کی تصویر تمہیں نمسکار ہے تم مجھے اپنی پناہ میں آیا ہوا غلام سمجھو۔ راجا بھوج کے پاس رکھی ہوئی پتھر کی مورتی کے لئے محمد ﷺ کہیں گے کہ وہ تو میرا جھوٹا کھا سکتی ہے۔ یہ کہہ کر راجا بھوج کو ایسا ہی معجزہ دکھادیں گے۔ یہ سن کر اور دیکھ کر راجا بھوج بہت متعجب ہو گا اور ملیچھ دھرم میں اس کا اعتقاد ہو جائے گا"

مندرجہ بالا اشلوکوں سے آگے بتایا گیا ہے کہ رات میں کوئی خدا کا قاصد راجا بھوج کے پاس آکر بتائے گا کہ ختنہ کرانے والا' چوٹی نہ رکھنے والا' داڑھی رکھنے والا' پاک جانوروں کو غذا بنانے والا' خدا کا مقرب بندہ ہے۔

بھوشیہ پران جس کے حوالے ابھی آپ نے دیکھے۔ یہ بھی ان ثبوتوں میں سے ایک ہے جسے ہندومت کے

کچھ ٹھیکیداروں نے اب چھپانا شروع کر دیا ہے۔ ہندوؤں کا ایک طبقہ آریہ سماج تو اب سرے سے اس کا انکار کرنے لگا ہے لیکن سناتن دھرمی جو قدامت پرستی کے باعث اپنے مکمل مذہبی ورثہ میں سے کچھ بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں اور یہی لوگ عظیم اکثریت میں ہیں اسے مستند مذہبی کتاب مانتے ہیں۔ ایک دور وہ تھا جب سنسکرت عام آدمیوں کو سیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ البیرونی 'گرفتھ اور میکس ملر جیسے محققین نے انتہائی مخالفتوں اور پنڈتوں کی ناراضگی کے ماحول میں اپنی کوششوں سے سنسکرت سیکھی تھی۔ لیکن اب جب کہ سنسکرت زبان کو سرکاری سرپرستی میں دوبارہ زندہ کیا جارہا ہے اور موجودہ سنسکرت سیکھنے والی نسل پنڈتوں کے فتوؤں سے بھی خوفزدہ نہیں ہے (جیسا کہ پچھلے دور میں ویدوں کو پڑھنے کی عوام کے لئے ممانعت تھی) تو ہندوؤں کے کچھ گروہوں نے ان چیزوں کو اب غائب کرنا شروع کر دیا ہے جو مذہب کی اصل حقیقت کی طرف لے جاتی ہیں۔ خصوصاً وہ مواد جو دین اسلام کی تائید میں ہے۔ گیتا پریس 'گورکھپور جو ہندو مذہبی کتب کا سب سے بڑا پریس ہے۔ بھوشیہ پران کو پران ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ البتہ سناتن دھرم کے سب سے بڑے گرو پنڈت شری رام شرما آچاریہ جن کے چیلوں کی تعداد دس لاکھ سے زائد ہے' اسے تسلیم کرتے ہیں اور ان کی تنظیم شانتی کنج کے بھوشیہ پران کے حوالے ہم پچھلے باب میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان میں کے ذیل میں) دے چکے ہیں۔

بھاگوت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر

بھوشیہ پران کے بیانات تو اتنے واضح ہیں کہ ان میں کوئی معنوی تحریف ممکن نہ تھی۔ البتہ دوسرے مقامات پر جہاں حضرت محمدؐ کی رسالت کی پیشین گوئیاں ہیں۔ وہاں ترجمے بدل گئے ہیں۔ مثلاً" شری مدبھاگوت پران میں موجود اس اشلوک کو دیکھئے۔

"اگیان ہیتو کرت موح مداندھکار ناشم ودھایم ہی تدودیتے ویویکہ" جب بے شمار ادوار حیات میں اجتماعی خیر کے طلوع ہونے سے انسان کو حق کا فیضان حاصل کرنے والا ہو تب محمدؐ کے ذریعہ تاریکیوں کا خاتمہ ہو کر فہم و حکمت کا نور طلوع ہو گا۔

مندرجہ بالا اشلوک میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لفظ کا موح + مد میں تقسیم کر کے ترجمہ کیا جارہا ہے موح معنی لالچ اور مد معنی شراب ہیں اس طرح مندرجہ بالا اشلوک کا ترجمہ یوں کیا جارہا ہے۔

"جب بیشمار ادوار حیات میں اجتماع خیر کے طلوع ہونے سے انسان کو حق کا فیضان حاصل ہونے والا ہو تب لالچ اور شراب جیسی تاریکیوں کا خاتمہ ہو کر فہم و حکمت کا نور طلوع ہو گا"

یہ تو تھے پران اب ویدوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر اور محمدؐ کی صفات کے بیان دیکھئے۔ ہاں اس سے پہلے یہ ضرور سمجھ لیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ویدوں میں منو کے نام سے ہے۔ حالانکہ اگنی اور برہما کی طرح منو بھی مختلف شخصیات کے لئے استعمال ہوا ہے اور کل چودہ منو میں سے ایک منو کا بیان ہو بہو حضرت آدم علیہ السلام کا بیان ہے۔ لیکن پرانوں اور ویدوں اور دوسری مذہبی کتب میں سے سب سے زیادہ تفصیل سے جس منو کا ذکر آیا ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام ہی ہیں نبی آخر الزماںؐ کا ذکر جہاں محمد کی حیثیت سے آیا ہے وہاں ویدوں

میں نراشس کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسے توریت اور انجیل میں آپ ؐ کے لئے فارقلیط لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ہیں قابل تعریف (یہی معنی عربی میں لفظ محمد کے ہیں) اسی طرح ویدوں میں آپ کو نراشس کہہ کر پکارا گیا ہے جس کے ٹھیک وہی معنی ہیں۔ "انتہائی قابل تعریف شخصیت"، سنسکرت کے اس لفظ کا بالکل صحیح متبادل عربی لفظ محمد ہے۔

مندرجہ ذیل وید منتروں کے ترجموں میں جہاں کہیں لفظ منو آیا ہے اس کی جگہ ہم نوح علیہ السلام ترجمے میں لکھیں گے اور نراشس کی جگہ ترجمہ میں ہم محمد لکھیں گے۔ پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرے کی چند مثالیں دیکھیں۔

ویدوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر

"اے اگنی نوح علیہ السلام آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں" مندرجہ بالا منتر کے ذیل میں ویدوں کے مترجم گرنتھ نے اپنے انگریزی ترجمے میں نوٹ لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام لاجواب شخصیت اور انسانوں کے نمائندے تھے۔ تمام نسل انسانی کے باپ (سیلاب کے بعد آدم ثانی کی حیثیت سے) اور پہلی شریعت کے شروع کرنے والے تھے"

اور دیکھئے

"اے اگنی ہم آپ کو نوح کی ہی طرح مذہبی پیشوا، داعی، مذہبی علوم سکھانے والا اور انتہائی عقل مند شخصیت مانتے ہیں"

"اے اگنی نوح علیہ السلام نے آپ کا نور تمام نسل انسانی میں پھیلا دیا ہے"

اوپر کے تمام منتروں میں اگنی روح احمد کو کہا گیا ہے۔ چاروں ویدوں میں اسی طرح نوح علیہ السلام کا نام 75 جگہ آیا ہے۔ 51 مقامات پر رگ وید میں 6 جگہ یجروید میں 14 جگہ اتھروید میں اور 8 مقامات پر سام وید میں حضرت نوح علیہ السلام کا نام سے ذکر موجود ہے۔ اب حضرت محمد ﷺ کے نام کا تذکرہ دیکھئے۔

ویدوں میں حضرت محمد ﷺ کا تذکرہ

"اے محبوب محمد ﷺ میٹھی زبان والے، قربانیاں دینے والے، میں آپ ﷺ کی قربانیوں کو وسیلہ بناتا ہوں"

"میں نے محمد کو دیکھا ہے۔ سب سے زیادہ اولوالعزم اور سب سے زیادہ مشہور جیسا کہ وہ جنت میں ہر ایک کے پیغمبر تھے"

"عظیم محمد ﷺ کی قوت میں اضافہ کے لئے اور پشان (مہدی) جو کہ عظیم حکمراں ہے اس کے لئے ہم نعت بیان کرتے ہیں۔ اے انتہائی کریم خدا ہمیں تمام مصیبتوں سے نجات دے اور دشوار گذار راستوں سے ہمارا رتھ پار کرادے" (گرنتھ)

مندرجہ بالا منتر کے ترجمہ کے ذیل میں گرنتھ نے اپنے نوٹ میں لکھا ہے کہ نراشس (محمد) اگنی کا ایک

پراسرار نام ہے"

رگ وید میں 16 جگہ آپ ؐ کا نراشنس (محمد ﷺ) نام سے ذکر ہے۔ اسی طرح یجروید میں 10 جگہ اتھروید میں 4 مرتبہ اور سام وید میں ایک مقام پر اس نام سے آپ کا ذکر ہے اس طرح چاروں ویدوں میں کل ملا کر 31 جگہ محمد ﷺ نام سے آپ ﷺ کا ذکر ہے۔

برسبیل تذکرہ یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ پنڈت امرناتھ پانڈے جو کہ اہل اسرار میں سے ہیں اور جنہوں نے عربی حروف تہجی پر ریسرچ کی ہے' ان کا کہنا ہے کہ ہندو تیس بار انکار کرتا ہے اکتیسویں بار ہندو انکار نہیں کرے گا۔ عربی کی حروف تہجی ان کے نزدیک ۳۱ ہیں اور سورہ رحمان میں ۳۱ مرتبہ ہی اپنی نعمتیں گنانے کے بعد اللہ نے یہ سوال کیا ہے "پس تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"

اتھروید بیسویں کانڈ کا ایک سو ستائیسواں سوکت نراشنس (محمد) کے تذکرے میں بہت اہم ہے۔ "لوگو سنو محمد ﷺ کو لوگوں کے درمیان مبعوث کیا جائے گا اس مہاجر کو ہم ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں سے اپنی پناہ میں لیں گے اس کی سواری اونٹ ہوگی جس کے ساتھ بیس مادہ اونٹنیاں ہوں گی جس کی عظمت آسمانوں کو بھی جھکا دے گی۔ اس عظیم رشی کو ۱۰۰ دینار دس مالائیں تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کی گئی ہیں" مندرجہ بالا تین منتروں کے ترجمے پر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے نے اپنی کتاب میں کئی باب لکھے ہیں جن میں ثابت کیا گیا ہے کہ تمثیلی زبان میں ۱۰۰ دینار سے مراد ۱۱۰ اصحاب صفہ ہیں' دس مالاؤں سے مراد دس عشرہ مبشرہ ہیں۔ تین سو گھوڑے سے مراد جنگ بدر کے ۳۱۳ مجاہدین اور دس ہزار گائیوں سے مراد دس ہزار اصحاب کا وہ لشکر ہے جو فتح مکہ کے وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا۔ یہ بات خصوصی طور پر قابل ذکر ہے کہ پرانوں اور دیگر مذہبی کتب میں تو بہت سے انبیاء کے قصے ہیں لیکن ویدوں میں صرف حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی پیشین گوئیاں ہیں جو کہ ہر رسول کے صحیفوں میں ہیں یہ بھی اس بات کا مستند ثبوت ہے کہ وید حضرت نوح علیہ السلام کے صحائف (زبر الاولین 'اولین صحائف' آدگرنتھ) ہیں ایک (ضعیف) روایت یہ بھی ہے کہ "حضرت نوح علیہ السلام کو دو صحیفے دیئے گئے ایک طوفان سے قبل اور ایک طوفان کے بعد اس لحاظ سے بھی زبر الاولین یعنی اولین صحائف میں جو جمع کا لفظ آیا ہے (زبور یعنی صحیفہ اور زبر یعنی صحائف) وہ ہو سکتا ہے کہ بہت سے انبیاء کے لئے ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی نبی حضرت نوح علیہ السلام کو دیئے گئے صحائف کے لئے ہو۔ رگ وید کے منتر ۱۲۳-۱ میں رسول آخر کے لئے سمر رادوت عربن کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ڈکشنری وشال نالندہ شبد ساگر کے مطابق "سمر رادوت عربن" کے معنی ہوئے "مہر کے ساتھ عرب والا" عربی لفظ خاتم کے معنی بھی مہر کے ہیں۔ آپ ؐ کو خاتم النبین اس لئے کہا گیا ہے کہ نبیوں کے سلسلہ پر آپ ﷺ نے آخری مہر لگا کر نئی نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔

ویدوں میں ہندو مذہبی کتب میں اور دیگر آسمانی صحائف میں رسول اکرم ﷺ کی رسالت کی دو اور حیثیتوں (احمد اور محمود) کے بھی واضح بیانات ہیں۔

نماز کا بیان

(حافظ محمد یاسین)

(1) شوق و انابت

نماز در حقیقت وہی ہے جس میں آدمی اپنے دل و دماغ جذبات و احساسات اور افکار خیالات سے پوری طرح خدا کی طرف متوجہ ہو اور خدا سے ملاقات اور مناجات کے شوق کا یہ حال ہو کہ ایک وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے وقت کے انتظار میں دل لگا ہوا ہو۔

(2) ادب و فروتنی

ایک فرماں بردار غلام کی طرح آدمی عاجزی اور فروتنی کا پیلیر بن کر خدا کے حضور اس طرح کھڑا ہو کہ دل خدا کی عظمت و جلال سے لرز رہا ہو اور اعضاء پر بھی عجز و نیاز کی کیفیت طاری ہو۔

ترجمہ! "اپنی نمازوں کی نگہداشت کرو' خصوصا" بہترین نماز کی اور خدا کے حضور ادب اور فروتنی کا پیکر بن کر کھڑے ہو" (البقرۃ 238)

(3) خشوع و خضوع

خشوع نماز کی جان ہے اور وہ نماز در حقیقت نماز ہی نہیں ہے جو خشوع اور خصوع سے خالی ہو' خشوع کے معنی ہیں پست ہو جانا' دب جانا اور عاجزی سے جھک جانا' نماز میں خشوع اختیار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نہ صرف جسم بلکہ دل و دماغ سب کچھ خدا کے حضور پوری طرح جھکا ہوا ہو دل پر خدا کی عظمت اور بڑائی کی ایسی ہیبت چھائی ہوئی ہو کہ پست جذبات اور ناپسندیدہ خیالات کا دل میں گزر نہ ہو اور جسم پر بھی سکون اور پستی کے ایسے آثار نمایاں ہوں جو رب عظیم کے عظمت و جلال والے دربار کے شایان شان ہو۔

ترجمہ! "فلاح یاب ہو گئے وہ مومن لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔"

(4) خدا سے قربت کا شعور

نماز آدمی کو خدا سے اتنا قریب کردیتی ہے کہ کسی بھی دوسرے عمل سے اس قرب کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "بندہ اس وقت اپنے خدا سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے" (مسلم)

اقامت صلوٰۃ کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ آدمی کو اس قرب کا احساس و شعور ہو اور اس کے دل کی گہرائی میں اس قرب کی آرزو اور تمنا بھی ہو اور وہ اس طرح نماز پڑھ رہا ہو کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ احساس ہو کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔

(5) خدا کی یاد

نماز کا حقیقی جوہر خدا کی یاد ہے اور خدا کی یاد کا جامع اور بہترین طریقہ نماز ہے اس لئے کہ یہ اسی ہستی کا بتایا ہوا طریقہ ہے جس کی یاد مطلوب ہے' جو نماز خدا کی یاد کے جوہر سے خالی ہے وہ مومنوں کی نماز نہیں منافقوں کی نماز ہے' نماز کے قیام کا تو مقصود ہی یہ ہے کہ خدا کی یاد کی جائے۔

ترجمہ! "اور نماز قائم کرو میری یاد کے لئے" (طٰہ 14)

(6) ریاء سے اجتناب

محافظت نماز کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ وہ ریاء' نمود و نمائش اور اس طرح کے دوسرے ان تمام گھٹیا جذبات سے محفوظ رہے جو اخلاص کے خلاف ہوں' ریاکاری سے نہ صرف یہ کہ نماز ضائع ہو جاتی ہے بلکہ ایسا نمازی بھی تباہ و برباد ہے جو دکھاوے کی نماز پڑھتا ہے۔

ترجمہ! "پس تباہی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں اور ریاکاری کرتے ہیں" (الماعون 4)

حضرت شداد ؓ ابن اوس کا بیان ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا "جس شخص نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا"۔ (مسند احمد)

(7) کامل سپردگی

اقامت صلوٰۃ کی آخری اور جامع شرط یہ ہے کہ مومن پورے طور پر اپنے آپ کو خدا کے حوالے کردے، وہ جب تک زندہ رہے خدا کا اطاعت گزار غلام رہے جب موت سے ہمکنار ہو تو اس کی موت بھی خدا ہی کے لئے ہو۔

ترجمہ! "بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنے والوں میں سے ہوں" (الانعام۔163)

آیت میں ایک خاص ترتیب کے ساتھ چار چیزوں کا ذکر ہے "نماز" قربانی اور پھر نماز کے ساتھ زندگی اور قربانی کے ساتھ موت کا ذکر ہے دراصل نماز اور قربانی دو جامع عنوان ہیں جو مومن کی پوری زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔

نماز دراصل اس حقیقت کی ترجمان ہے کہ مومن نہ صرف نماز میں بلکہ نماز کے باہر پوری زندگی میں بھی خدا ہی کا وفادار اور اطاعت شعار غلام ہوتا ہے اور قربانی دراصل اس حقیقت کی ترجمان ہے کہ مومن کا جان و مال سب کچھ خدا کی راہ میں قربان ہونے ہی کے لئے ہے۔

(ماخوذ از "آسان فقہ")

FALAH-E-ADMIAT

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

بانی سلسلہ کی تصانیف

"تعمیر ملت"

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال و انحطاط کی وجوہات۔

ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟

اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار

عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے۔ روح کس طرح دنیا میں آتی ہے اور واپسی کا سفر کیسے طے کرتی ہے۔

اسلامی عبادات، معاملات اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور تعلیمی ثمرات

امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کے لئے لائحہ عمل

صفحات:- 272 قیمت:- 100